Feb,1974

[illegible] امیر ملت قبلہ عالم حضرت مولانا الحاج پیر سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری [illegible]



بسرپرستی زبدۃ العارفین فخر الملت مولانا الحاج پیر سید نور حسین شاہ صاحب

ماہنامہ

انوار الصوفیہ

مدیر اعلیٰ
غلام رسول گوہر

نگران اعلیٰ
جوہر ملت پیر سید اختر حسین شاہ صاحب

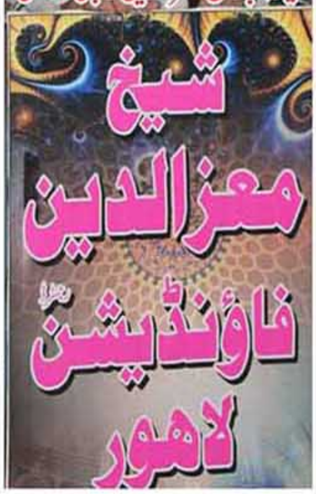
مقام اشاعت: کوٹ عثمان خاں قصور ضلع لاہور

رحمۃ اللہ علیہ

انوار الصوفیہ رسالہ پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری نے انجمن خدام الصوفیہ کے زیر اہتمام ۱۹۰۴ کو شروع کروایا تھا رسالہ انوار الصوفیہ کی ۴۲ جلدیں مہیا کرنے پر جناب محمد محمود صاحب کا مشکور ہو اور ان رسائل کا سکین کا تمام کام شیخ معزالدین فاؤنڈیشن کے بانی جناب پروفیسر محمد عاطف صاحب نے کروایا ہے،(بختیار حسین جماعتی) رسائل کی لسٹ درج ذیل ہے







1 1950 February
2 1950 March
3 1959 May June
4 1959 Sept October
5 1961 March
6 1961 September
7 1961 October Nov
8 1962 April
9 1962 January
10 1962 November
11 1962 December
12 1963 March
13 1964 May JUne
14 1964 JUNE
15 1965 March
16 1966 September
17 1966 October
18 1966 November
19 1967 October
20 1968 October Nov
21 1971 Agust
22 1971 December 1972 Jan
23 1971 May
24 1971 July
25 1971 Semptember
26 1972 April
27 1973 January
28 1973 September
29 1973 October
30 1973 November
31 1974 February
32 1974 April
33 1974 May June
34 1974 July
35 1974 May June
36 1975 Agust
37 1975 July
38 1975 May
39 1975 September
40 1976 Nov Dec
41 1976 Sep Oct
42 1977 March April



بہ سرپرستی مولانا الحاج پیر سید نور حسین شاہ صاحب دامت برکاتہم

بہ نظرِ عنایت حضرت مولانا الحاج پیر سید
محمد حسین شاہ صاحب علیہ الرحمتہ

بہ ظلِ عاطفت حضرت مولانا الحاج پیر حیدر حسین شاہ صاحب علی پوری

ماہنامہ

انوار الصوفیہ

قصور

جلد ۷ بابت ماہ فروری ۱۹۷۴ء شمارہ ۳

مدیر مسئول
غلام رسول گوہر

مدیر معاون
مولانا محمد عبد العزیز
نقشبندی مرتضائی

بدل اشتراک

سالانہ ۵ روپے
معاونین سے ۱۰ "
سرپرست حضرات سے ۲۰ روپے

ترتیب

اس دائرے میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ آپ کا چندہ ختم ہو چکا ہے۔
لہذا
آئندہ شمارہ بذریعہ وی پی ارسال ہوگا۔ امید ہے کہ آپ حسب سابق سرپرستی فرمائیں گے۔

ایڈیٹر: غلام رسول گوہر — پرنٹر: لاہور آرٹ پریس لاہور — مقام اشاعت: کوٹ عثمان خان، قصور

انجم وزیرآبادی

نعت

نگاہِ محمدؐ کی تاثیر دیکھی
سنورتی ہوئی سب کی تقدیر دیکھی

شہِ دوجہاں کے وہ روضے کو دیکھے
نہ ہو جس نے جنت کی تصویر دیکھی

ہر اک ذرۂ خاکِ طیبہ میں پنہاں
مہ و مہر و انجم کی تنویر دیکھی

غلامانِ احمدؐ مبارک ہو تم کو
محبت نبیؐ کی جہانگیر دیکھی

بڑھایا وہیں شہؐ نے دامانِ رحمت
طبیعت جو امت کی دلگیر دیکھی

طفیلِ محمدؐ جو مانگا سو پایا!
تامل ہوا ہے نہ تاخیر دیکھی

محمدؐ سا شیریں زباں بھی نہ دیکھا
کلامِ خدا کی یہ تاثیر دیکھی

درِ مصطفیٰؐ پہ جبیں خم ہے انجم
تو دیکھا اپنے خوابوں کی تعبیر دیکھی

حاجی نور خالدی لاہور

حمد

تو ہی بے مثل بے مثالوں میں ہے
لاوجودی ہے اور لازوالوں میں ہے

وحدہٗ لاشریک الا اللہ!
نہیں ساجھی تیرے کمالوں میں ہے

لاوجودی بھی شہودی بھی
تیری ہستی ہی باکمالوں میں ہے

تو ہی اللہ علیٰ کل شیٍٔ قدیر
مالک الملک ملک والوں میں ہے

تو ہی نورِ ازل ہے نورِ ابد!
نور تیرا ہی نور والوں میں ہے

حسنِ یوسف میں حسن کس کا تھا
تو جمیل اور جمال والوں میں ہے

کن کے کہنے سے کر دیا پیدا!
تو ہی خلاق باکمالوں میں ہے

نور پر بھی کرم کی ایک نظر
ہے پشیماں اعمالوں میں ہے

السعادت فی الدارین
ترجمہ
تفسیر جلالین

(قسط نمبر ۴)

وَبَشِّرِ: اور خبر دے۔ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا: ان لوگوں کو جو ایمان لائے یعنے اللہ کی واحدانیت کی تصدیق کی۔ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور جنہوں نے نیک کام کئے فرائض اور نوافل سے۔ اَنَّ ساتھ اس کے (اَنَّ بِاَنَّ کے معنے میں ہے)، کہ بیشک لَهُمْ جَنّٰتٍ ان کے لئے باغات ہیں۔ جن میں درخت بھی ہیں اور گھر بھی تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا بہتی ہیں ان کے نیچے سے نہریں۔ یعنے ان کے درختوں اور گھروں کے نیچے سے نہریں یعنے ان کا پانی بہتا ہے۔ نہر کیطرف جاری ہونے کی نسبت مجازاً ہے نہر کے معنے چیرنے کے ہیں۔ نہر کو نہر اس لئے کہتے ہیں کہ اس جگہ کو پانی چیر کر بہتا ہے۔

كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا جب بھی ان کو باغات سے کھلایا جائے گا۔ مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ پھلوں کا رزق تو کہیں گے یہ وہی ہے جو ہم کو جنت میں اس سے پہلے دیا گیا۔ یہ اس لئے کہیں گے کہ جنت کے پھل ایک دوسرے کے مشابہ ہیں۔ قرینہ اس کا یہ ہے کہ فرمایا اللہ تعالےٰ نے وَاُتُوْا بِهٖ اور لایا گیا ان کے پاس رزق مُتَشَابِهًا کہ ان کا بعض بعض سے مشابہ ہے یعنے صورت و رنگت میں وہ ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں۔ لیکن لذت اور مزہ میں جدا جدا ہیں۔ وَلَهُمْ فِيْهَاۤ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ اور ان کے لئے اس میں پاک بیبیاں ہیں۔ وہ حیض و نفاس اور ہر غلاظت اور گندگی اور پلیدی سے پاک ہیں۔ وَهُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے نہ فنا ہوں گے نہ نکالے جائیں گے۔

جب اللہ تعالےٰ نے اپنے قول وان یسلبهم الذباب میں مکھی کا اور کمثل العنکبوت میں مکڑی کا ذکر کیا تو یہودیوں نے کہا بھلا اللہ نے مکھی اور مکڑی جیسی خسیس اور گھٹیا چیز کے ذکر سے کیا ارادہ کیا۔ تو اللہ تعالےٰ نے ان کے رد میں فرمایا اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيٖۤ اَنْ يَّضْرِبَ: بیشک اللہ حیا (یعنے ترک) نہیں کرتا کہ وہ بیان کرے۔ مثلاً مثال (مثلاً مفعول اول ہے) مَّا کسی چیز کی دعا نکرہ موصوفہ اپنے مابعد سے مل کر مفعول ثانی بناتی ہے) مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی بھی چیز کے ساتھ

مثال دینے سے حیا نہیں کرتا۔ اگرچہ وہ کتنی حقیر اور ادنیٰ ہی کیوں نہ ہو (حیا) ہے۔ اس کے لازمی معنی ترک کے مراد ہیں، ما کی دوسری توجیہہ یہ ہے کہ وہ زائد ہے جنت کی تاکید کے لئے اور اس کا مابعد مفعول ثانی ہے۔ بَعُوضَةً مچھر ہو۔ بعوضۃ بعوض کا مفرد ہے۔ عربی زبان میں بعوض چھوٹے مچھر کو کہتے ہیں فَمَا فَوْقَهَا پس جو اس کے اوپر ہے۔ یعنی جو چیز اس سے بڑی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالے چھوٹی یا بڑی چیز سے مثال بیان کرنے کو ترک نہیں کرتا۔ اس لئے کہ اس میں بہت سی حکمتیں ہوتی ہیں۔ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ پس لیکن وہ لوگ جو مومن ہیں وہ جانتے ہیں کہ وہ حق ہے یعنی ثابت اور اپنے موقع پر واقع ہے مِنْ رَّبِّهِمْ فَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَيَقُوْلُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ان کے رب کی طرف سے اور لیکن وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا پس وہ کہتے ہیں کیا ارادہ کیا اللہ نے اس مثال سے (مثلاً) ترکیب نحوی میں ھذا کی تمیز واقع ہے۔ ماذا میں ما جو استفہام انکاری کے لئے ہے مبتدا ہے۔ اور ذا الذی کے معنے میں اپنے صلہ سے مل کر اس کی خبر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ایسی چیزوں کے ساتھ جو نہایت ادنیٰ اور حقیر ہیں مثال دینے میں کیا فائدہ ہے؟ یعنے کچھ نہیں۔ اللہ تعالے نے اس کا رد فرمایا يُضِلُّ بِهٖ: گمراہ کرتا ہے ساتھ اس مثال کے كَثِيْرًا بہتوں کو حق سے ان کے کفر کے سبب وَيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا ؕ اور ہدایت دیتا ہے اس کے ساتھ بہتوں کو۔ یعنے ایمانداروں کو اس لئے کہ وہ اس کی تصدیق کرتے ہیں۔ وَمَا يُضِلُّ بِهٖۤ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ مگر نہیں گمراہ کرتا ساتھ اس کے مگر انہیں کو جو فاسق ہیں۔ یعنے اس کی طاعت سے نکلے ہوتے ہیں۔ الَّذِيْنَ وہ لوگ (یہ نعت ہے فاسقین کی) يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ جو توڑتے ہیں اللہ کے عہد کو (جو اس نے سابقہ کتابوں میں حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کی بابت لیا ہے۔ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ اس کے ان پر مضبوط کرنے کے بعد۔ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنْ يُّوْصَلَ اور کاٹتے ہیں اس چیز کو کہ حکم دیا اللہ نے اس کے ملانے کا۔ یعنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا۔ اور قرابت داروں سے نیک سلوک کرنا۔ اَنْ: بہٖ کی ضمیر سے بدل ہے۔ وَيُفْسِدُوْنَ فِى الْاَرْضِ اور وہ زمین میں فساد مچاتے ہیں۔ یعنے گناہ کرتے ہیں اور لوگوں کو ایمان لانے سے روکتے ہیں۔ اُولٰٓئِكَ وہ لوگ جو اوصاف مذکورہ سے متصف ہیں ـــــ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ وہی گھاٹا پانے والے ہیں بایں طور کہ آگ میں ہمیشہ جلیں گے۔ كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ اے اہل مکہ تم کیسے کفر کرتے ہو ساتھ اللہ کے وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا - حالانکہ تم مردہ تھے۔ یعنے اپنے باپوں کی پشت میں نطفے بے جان تھے۔ فَاَحْيَاكُمْ پس اس نے زندہ کیا تم کو یعنے رحموں میں اور دنیا میں۔ کیف تکفرون میں ان کے کفر پر اظہار تعجب ہے۔ اور ان کے لئے توبیخ و سرزنش بھی ہے کہ وہ اللہ کی توحید پر برہان قائم ہونے کے بعد بھی کفر کرتے ہیں۔ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ پھر وہ تمہیں موت دے گا۔ جبکہ تمہاری عمریں جو مقرر ہیں ختم ہو جائیں گی۔ ـــ

ثُمَّ یُحْیِیْکُمْ ، پھر وہ زندہ کریگا البعث کے ساتھ (یعنی تم قبروں سے زندہ ہو کر اٹھو گے) پھر تم اسکیطرف لوٹو گے اور وہ تم کو تمہارے اعمال کا بدلہ دے گا۔ جب کافروں نے بعث کا انکار کیا تو اس پر یہ دلیل لائی گئی۔ وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَکُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ ۔ اور وہ۔ وہ ہے جس نے پیدا کیا تمہارے لئے اس چیز کو جو زمین میں ہے۔ جَمِیْعًا تمام تاکہ تم ان سے نفع اٹھاؤ اور عبرت پکڑو۔ ثُمَّ اسْتَوٰی پھر اس نے قصد کیا (یعنے زمین کو پیدا کرنے کے بعد) اِلَی السَّمَآءِ آسمان کی طرف۔ فَسَوّٰهُنَّ پس بنایا ان کو۔ هُنَّ کی ضمیر سماء کیطرف لوٹتی ہے اور اس کو جمع اس لئے لایا گیا کہ اجسام اور آخر اس کا جمع ہے۔ جیسے کہ اس آیت میں آیا ہے۔ فَقَضٰهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ پس بنایا ان کو سات آسمان وَهُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ اور وہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔ یعنے وہ ہر چیز کو اس کے اجمال اور تفصیل سے جانتا ہے کیا تم عبرت نہیں پکڑتے؟ کہ جو ذاتِ برتر زمین و آسمان و ما فیہا کو شروع میں پہلی بار پیدا کرنے پر قادر ہے وہ ذات ان کو آخر میں دوسری بار پیدا کرنے پر بھی قادر ہے۔ حالانکہ کسی چیز کا دوسری بار پیدا کرنا تمہارے نزدیک بھی آسان ہے۔ تو جب پہلی بار کے پیدا کرنے کا تم انکار نہیں کرتے ہو تو دوسری بار پیدا کرنے کا انکار کیوں کرتے ہو۔

فوائد تفسیری

۱۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ ایمانداروں کو جنت اور اس کی نعمتوں اور خوبیوں کی خبر دیں جس سے وہ خوش ہوں اور اطمینان و سکونِ قلب سے نیک اعمال کا ذخیرہ جمع کریں۔ جب مزدور کو مالک کی طرف سے یہ یقین دلایا جائے کہ ان کے کام اور محنت سے بہت زیادہ ان کو اجرت دی جائے گی تو وہ خوش دلی سے کام کرتا ہے۔ بَشِّر۔ بشارت سے امر کا صیغہ ہے۔ اس کے معنے اس خبر کے ہیں جس کے سننے سے سرور اور خوشی حاصل ہو۔

والبشارة الخبر السار على سامع يستبشر به ويظهر السرور فى بشرة وجهه

بشارۃ وارد کرنا ہے خوش خبری کا کہ سامع پر اس کے ساتھ خوشی ہو اور خوشی کے آثار اس کے چہرے پر نمایاں ہوں۔ (خازن)

خوش خبری دینے کا حکم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام یا آپ کی امت کے جملہ علماء کو ہے کہ وہ اپنے زمانہ کے لوگوں کو جو ایمان دار اور نیک ہیں جنت کی بشارت دیں۔ دوسرے قول کو پسند کیا گیا ہے

وهٰذا احسن لانه يؤذن بان الامر لعظمه وفخامة شانه محقوق بان يبشر به كل من قدر على البشارة به (مدارک)

یہ قول بہت پسندیدہ ہے۔ اس لئے کہ وہ خبر دیتا ہے کہ امر اپنی عظمت اور بزرگیٔ شان کی وجہ سے لائق ہے کہ اس کے ساتھ ہر وہ شخص بشارت دے جو بشارت دینے کے قابل ہے

۲۔ صالحات سے نیک کام اور طاعات مراد ہیں۔ بعض نے کہا عمل صالح وہ ہے جس میں چار چیزیں ہوں۔ علم۔ اور نیت اور صبر اور اخلاص۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا

عملوا الصلحت ای اخلصوا الاعمال
یعنی عن الریاء (خازن)
انہوں نے نیک کام کئے یعنے انہوں نے اپنے اعمال کو ریا سے خالص کیا۔

۳۔ جنات۔ جنت کی جمع ہے۔ وھی البستان الذی فیہ اشجار مثمرۃ جنت وہ باغ ہے جس میں پھل دار درخت ہوں۔ بعض کا قول ہے جس میں صرف کھجوریں ہوں وہ جنت ہے۔ اور جس میں انگور ہوں وہ فردوس ہے۔

۴۔ من قبل سے مراد بعض نے دنیا کا جہان لیا ہے۔ یعنے اہل جنت کو جب کھانے کے لئے کوئی پھل دیا جائے گا تو وہ کہیں گے یہ پھل تو ہم دنیا میں بھی کھایا کرتے تھے۔ اور بعض نے من قبل سے مراد جنت ہی ہے کہ جنت میں جب ایک بار کے بعد کوئی پھل دیا جائے گا تو وہ کہیں گے یہ تو ہم کو اس سے پہلے بھی دیا گیا تھا۔ صاحب تفسیر جلالین نے اسی معنی کو اختیار کیا ہے۔

۵۔ کہا گیا ہے کہ وہ عورتیں جو جنت میں ملیں گی بد اخلاقی سے بھی پاک ہوں گی۔ جنت میں جماع سے جب تک کوئی نہ چاہے اولاد نہیں ہو گی۔

۶۔ یستحیی استعمال ہے حیا سے الحیاء تغیر و انکسار یعتری الانسان من خوف ما یعاب بہ و یذم علیہ (خازن)
حیاء تغیر اور شکستگی ہے جو انسان کو عیب یا مذمت کے خوف سے عارض ہو۔ اللہ اس سے پاک ہے۔ جب قرآن میں حیا کے ساتھ اللہ کا وصف مذکور ہو تو اس سے معنی ترک کے مراد ہوں گے۔ اس لئے کہ حیا ہر کسی کام کے ترک کا موجب ہوتا ہے۔ اس کے معنے کہ وہ حیا نہیں کرتا یہ ہیں کہ وہ ترک نہیں کرتا۔

۷۔ فاسقین فاسق کی جمع ہے۔ اس کا مادہ فسق ہے فسق کے معنے اللہ کی اور اس کے رسول کی اطاعت سے نکلنے کے ہیں۔ جو لوگ اللہ کی عبادت نہیں کرتے اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت کا اتباع نہیں کرتے وہ فاسق ہیں۔ یہ لفظ کافروں پر بھی بولا گیا ہے۔

۸۔ اس عہد میں علما کے تین قول ہیں۔ ایک یہ کہ کہ اس سے مراد عہد ہے جو اللہ تعالے نے یوم میثاق میں اپنے قول اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ قَالُوْا بَلٰی سے لیا تھا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہود کے علماء سے تورات میں یہ عہد لیا گیا تھا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں۔ اور آپ کی نعت کو بیان کریں۔ تیسرا قول یہ ہے کہ عہد توڑنے والوں سے مراد کفار و منافقین ہیں۔ اور عہد سے مراد وہ آیات ہیں جن میں توحید کا اثبات ہے اور توڑنے سے مراد ان آیات کا انکار ہے۔

۹۔ اس سے مراد جملہ انبیاء پر بغیر فصل کے ایمان لانا اور ایمان داروں سے موالات اور دوستی اور حضور نبی اکرمؐ کو آخری نبی ماننا اور اپنے رشتہ داروں کے رشتہ کا پاس کرنا ہے۔ یہود و نصاریٰ ان سب چیزوں کے خلاف تھے پیغمبروں پر ایمان لانے میں انہوں نے فصل کیا۔ بعض پر ایمان لائے اور بعض سے انکار کیا۔ ایمانداروں سے عداوت رکھتے تھے۔ رشتہ داروں کو قتل کرتے اور ان کو گھروں سے نکالتے تھے۔

علامہ عبدالرحمان صفوری شافعی رح

مناقب حسنین

رضی اللہ تعالیٰ عنہما

نزہۃ المجالس میں لکھا ہے کہ آیت مرج البحرین یلتقیان بینہما برزخ لایبغیان میں جن دو دریاؤں کا ذکر ہے کہ وہ آپس میں ملتے ہیں۔ ان سے مراد ایک دریا نبوت، اور ایک دریا فتوت کا ہے نبوت کے دریا سے مراد حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا۔ اور فتوت کے دریا سے مراد حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں۔ ان دو دریاؤں کے مابین جو چیز حاجز ہے یعنی حائل ہے کہ ایک کو دوسرے پر تعدی کرنے سے مانع ہے وہ تقوی ہے۔ حضرت فاطمہ اپنے حدود سے باہر نکل کر حضرت علی پر اور حضرت علی اپنی حدود سے خارج ہو کر حضرت فاطمہ پر زیادتی نہیں کرتے۔ دونوں ہی عدل و تقوی سے اپنے اپنے مقام پر کھڑے اپنے فرائض ادا کرنے میں مصروف ہیں۔ ان دونوں سے لولؤ اور مرجان نکلتا ہے۔ اس سے مراد حضرت حسن اور حضرت حسین ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان دو صاحبزادوں کو لولؤ اور مرجان سے تشبیہ دی ہے۔ ان میں سے ایک لولؤ اور ایک مرجان ہے ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما نے آیت مذکورہ کی تفسیر میں فرمایا

دو دریاؤں سے آسمان اور زمین کا دریا مراد ہیں جب آسمانی دریا کا پانی ارضی زمین میں ملتا ہے تو لولؤ اور مرجان پیدا ہوتا ہے۔ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پانچ بچوں سے حسن پہلا بچہ ہیں۔ پانچ بچوں کے نام یہ ہیں۔ حسن حسین۔ محسن۔ زینب الکبریٰ۔ زینب الصغریٰ محسن صغر سنی میں ہی فوت ہو گئے تھے۔

زینب صغریٰ ام کلثوم کی کنیت سے مشہور ہیں۔ یہ حضور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی حیات میں پیدا ہوئی تھیں۔ شرح بخاری میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے لئے حضرت علی سے ان کی درخواست کی تھی۔ حضرت علی نے فرمایا میں اس کو تیرے پاس بھیجونگا۔ اگر وہ تجھ سے راضی ہوئی تو میں اس کا تیرے ساتھ نکاح کر دوں گا۔ حضرت علی نے ام کلثوم کو ایک چادر دے کر حضرت عمر کی خدمت میں بھیجا۔

ام کلثوم نے کہا اے امیر المومنین جس چادر کی بابت میرے باپ نے مجھے کہا تھا یہ وہی چادر ہے حضرت عمر نے کہا میں نے قبول کیا۔ اپنے باپ کو کہنا کہ میں راضی ہوں۔ پھر حضرت عمر نے ام کلثوم کو

چھوڑا۔ مگر ام کلثوم نے اس کو برا منایا۔ اور اپنے باپ سے اس کی شکایت کی۔ حضرت علی نے فرمایا۔ بیٹی! وہ تیرا شوہر ہے۔ میں نے اس کے ساتھ تیرا نکاح کر دیا ہے۔ عجیب طبری نے کہا ہے کہ حضرت حسن ۳ھ میں پندرہ رمضان کو مدینہ المنورہ میں پیدا ہوئے۔ حضرت علی نے کہا جب بچہ کی ولادت کے وقت فاطمہ کے پاس آیا تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اسماء بنت عمیس اور ام سلمہ کو فرمایا۔ بچہ میرے پاس لاؤ۔ آپ کے پاس لایا گیا تو آپ نے اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں میں اقامت کہی۔ آپ نے فرمایا اس عمل سے بچہ شیطان کے گزند اور اس کے شر سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ جب ساتواں دن ہوا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بچہ کا نام حسن رکھا۔ نسفی نے کہا جب فاطمہ نے حضرت علی کو فرمایا کہ اس کا نام رکھو۔ حضرت علی نے عرض کیا اس کا نام تو اس کا نانا ہی رکھے گا۔ آپ نے فرمایا میں وہی نام رکھوں گا جو اللہ رکھے گا۔ اسی وقت جبریل علیہ السلام آئے اور کہا اللہ آپ کو اس بچہ کی مبارک باد دیتا ہے اور کہتا ہے کہ اس کا نام ہارون کے بیٹے شبر کے نام پر شبر رکھیں۔ اس کے معنی حسن کے ہیں۔ جب فاطمہ کے بطن اطہر سے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ شہید کربلا کی ولادت ہوئی تو جبریل نے اللہ کی طرف سے آپ کو پیغام مبارک باد دیا اور کہا رب العالمین کا حکم ہے کہ اس کا نام ہارون کے دوسرے بیٹے شبیر (جس کے معنے حسین کے ہیں) کے نام پر رکھا جائے۔ اسی طرح فاطمہ کے تیسرے بیٹے کا نام ہارون کے تیسرے بیٹے مبشر (جس کے معنی محسن کے ہیں) ما کے نام پر بحکم خداوندی رکھا گیا۔

جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعن آبائہ سے روایت ہے کہ آدم اور حوا دونوں جنت میں تخت پر بیٹھے ہوئے تھے کہ جبرئیل علیہ السلام ان کے پاس آئے اور کہا میرے ساتھ آؤ۔ یہ دونوں جبرئیل کے ساتھ جنت کے ایک محل میں جس کو سونے سے تعمیر کیا گیا تھا اور اس کے کنگرے زمرد اخضر کے تھے پہنچے۔ وہاں اس میں یاقوت سرخ سے ایک تخت بچھا ہوا تھا اور تخت کے اوپر نور کا ایک خوشنما گنبد تھا۔ تخت پر گنبد کے حجاب میں ایک حسین عورت جس کا حسن حوران جنت سے بھی اعلےٰ و بالا تھا۔ بڑے وقار اور عزت و تمکنت سے بیٹھی ہوئی تھی۔ آدم و حوا نے جب اس کو دیکھا تو بہت حیران ہوئے۔ پوچھا۔ جبرئیل! یہ عورت کون ہے؟ جبرئیل نے کہا اے آدم و حوا۔ یہ تمہاری ذریت و نسل سے پیغمبر آخر الزماں حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی صاحب زادی فاطمۃ الزہرا ہے۔ فاطمہ کے سر پر نور کا تاج اور کانوں میں موتیوں کی بالیاں اور گلے میں نور کا ایک خوشنما ہار لٹک رہا تھا۔ تاج سے مراد فاطمہ کے باپ اور ہار سے مراد ان کا زوج اور کانوں کی بالیوں سے حضرت حسن اور حسین مراد تھے پھر آدم نے قبہ کی طرف اپنی نظر کی تو وہاں نور سے پانچ نام لکھے ہوئے نظر آئے۔

انا المحمود وھذا محمد وانا الاعلیٰ وھذا علی وانا [illegible] ۃ فاطمۃ وانا المحسن وھذا [illegible] الاحسان وھذا الحسین

میں محمود ہوں یہ محمد ہے۔ میں اعلیٰ ہوں یہ علی ہے میں فاطر (پیدا کرنے والا) ہوں اور یہ فاطمہ ہے میں محسن (احسان کرنے والا) ہوں اور یہ حسن ہے اور میں ہی احسان کرنے والا ہوں اور یہ حسین ہے جبرئیل علیہ السلام نے کہا اے آدم ان ناموں کو حفظ کر کبھی مصیبت کے وقت تیرے کام آئیں گے۔ آدم علیہ السلام نے ان ناموں کو حفظ کیا۔ پھر جب آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارا گیا اور تین سو سال تک اپنے گناہ پر دونوں میاں بیوی روتے رہے تو یاد آیا کہ میں ان پانچ ناموں کا صدقہ رب تعالیٰ سے کیوں نہ معافی مانگوں جو جبرئیل نے مجھے یاد کروائے تھے۔ اور کہا تھا کہ یہ پانچ نام مصیبت کے وقت تیرے کام آئیں گے۔ پھر آدمؑ نے دعا مانگی یا اللہ بحق محمد و علی و فاطمہ و حسن و حسین یا محمود یا اعلیٰ یا فاطر یا محسن میرا گناہ بخش اور میری توبہ قبول کر۔ اللہ نے آدم علیہ السلام کی طرف وحی کی اے آدم اگر تو ان ناموں کا صدقہ اپنی ساری اولاد کی مغفرت کا سوال کرتا تو میں تیری ساری اولاد بخش دیتا

حضرت امام جعفر صادقؓ نے آیت

فتلقیٰ آدم من ربہ کلمات

سے یہی کلمات مراد لئے ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے انتقال کے بعد حضرت حسن رضی اللہ تعالےٰ نے اللہ کی حمد و ثنا کے بعد خطاب کیا لوگو! آج رات وہ شخص فوت ہوا ہے جس کی شان کو نہ اولین نے پایا نہ آخرین نے وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہو کر اپنے مال اور جان سے جہاد کرتا تھا۔ اور اپنی جان کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے ڈھال بناتا تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب اس کو اپنا جھنڈا دے کر رخصت کیا تو اللہ کے دو فرشتے جبرئیل و میکائیل اس کے دائیں بائیں چلتے تھے۔ پھر فرمایا میں بشیر و نذیر کا بیٹا ہوں۔ میں سراج منیر کا بیٹا ہوں۔ میں اس ذات ستودہ صفات کا فرزند ہوں جو اللہ کے اذن سے لوگوں کو اس کی طرف دعوت دیتا تھا۔ میں ان لوگوں کا بیٹا ہوں۔ جن سے اللہ نے نجس کو دور کیا اور ان کو پوری طرح پاک اور صاف فرمایا میں اس اہل بیت کا فرزند ہوں جن کی محبت و مودت اللہ نے اپنی کتاب میں سب مسلمانوں پر فرض کی ہے۔

اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔

قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ

اے محبوب! فرما دے۔ میں تم سے دین کی تبلیغ پر اس کے سوا کوئی بدلہ نہیں مانگتا کہ تم میری قرابت سے محبت کرو۔ حضرت ابن عباس اٹھ کر کھڑے ہوئے اور کہا اے لوگو یہ تمہارے نبی کا بیٹا ہے تم اس سے بیعت کرو۔ پھر سب لوگوں نے آپ سے بیعت کی۔ جب معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی کہ لوگوں نے حضرت حسن کے ہاتھ پر بیعت کی ہے اور اس کو خلیفۃ المسلمین تسلیم کر لیا ہے تو اس نے کوفہ اور بصرہ کے حکام اور لوگوں کو پیغام بھیجا کہ لوگوں کو اس سے پھیر دیں۔ پھر جو ہوا سو ہوا لوگ جانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا امر پورا ہوا۔ یزید نے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کی بیوی کے ہاتھوں زہر دلایا اور آپ شہید ہو گئے۔ آپ کی بیوی سے اس نے وعدہ کیا تھا کہ اگر وہ حضرت حسن کو زہر دے کر ہلاک کرنے میں کامیاب ہو گئی تو اسے

ایک لاکھ روپیہ نقد انعام دیا جائے گا اور اس کے ساتھ نکاح بھی کرے گا۔ جب حضرت حسن شہید ہو گئے تو اس نے اپنا وعدہ پورا نہ کیا۔ نہ روپیہ دیا اور نہ اس کو اپنی بیوی بنایا۔ بلکہ اس کو اس سے شدید نفرت ہو گئی۔ حضرت حسنؓ نے ۴۷ سال کی عمر میں وفات پائی۔ شیخ ولی الدین نے اسماء الرجال میں لکھا ہے کہ حضرت حسن کی کنیت ابو محمد ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے اور آپ کے پھول ہیں۔ اہل جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔ رمضان کی پندرہ ۳ھ میں پیدا ہوئے۔ اور ۵۰ھ یا ۴۸ھ یا ۴۹ھ میں وفات پائی۔ اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ آپ سے آپ کے بیٹے حسن بن حسن نے اور ابوہریرہ اور ایک جماعت نے حدیث روایت کی ہے۔ انتہی۔

آپ کے چھوٹے بھائی حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ محرم الحرام کی دسویں کو جمعہ کے دن ۶۱ھ میں ۵۷ سال کی عمر میں کربلا میں شہید ہوئے

ربیع الابرار میں لکھا ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ام معبد جس کا نام عاتکہ ہے۔ کے خیمے میں تشریف لائے آپ نے اپنے ہاتھ دھوئے اور پھر آپ نے منہ میں پانی لیا۔ اور عوسجہ کے درخت کی جڑ میں جو خیمہ کے پاس ہی تھا پھینکا۔ وہ پہلے سوکھا ہوا تھا آپ کے منہ کے پانی کی برکت سے سر سبز ہو گیا اور ورس کے رنگ کا اس کا اس کو پھل لگا اور اس سے عنبر کی خوشبو آنے لگی۔ اس کا پھل بھوکا کھائے تو سیر اور پیاسا کھائے تو سیراب ہو جاتا۔ بیمار کھائے تو صحت وشفا ہو۔ اگر اونٹ یا بکری کھائے تو اس کا دودھ زیادہ ہو۔ لوگوں میں اس کا نام مبارکہ مشہور ہوا۔ ایک دن لوگ صبح کے وقت بیدار ہوئے تو کیا دیکھا کہ وہ سوکھ گیا ہے۔ اس کے پتے جھڑ گئے ہیں اور اس کا پھل چھوٹا ہو گیا ہے۔ لوگ سخت گھبرائے کہ اچانک خبر پہنچی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام رحلت فرما گئے ہیں۔

آپ کی وفات سے تیس سال بعد۔ وہ درخت نیچے سے اوپر تک کانٹوں سے بھر گیا۔ تو خبر آئی کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قتل ہو گئے ہیں۔

اس کے بعد اس کو پھر پھل آنے لگا۔ لوگ اس سے فائدہ اٹھاتے تھے کہ اچانک ایک دن کیا دیکھا کہ اس کی جڑ سے خون ابل رہا ہے اور اس کے پتے جھڑ گئے ہیں تو خبر آئی کہ حضرت حسینؓ قتل ہو گئے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

امداد برائے رسالہ

جن دوستوں نے رسالہ انوار الصوفیہ کی امداد کے لئے رقوم ارسال فرمائیں۔ ان کے اسماء گرامی بصد شکریہ ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

۱۔ جناب مختار حسن صاحب کراچی سات نئے خریدار بنا کر ان کا چندہ ارسال فرمایا۔ روپے ۴۲/--
۲۔ تلہ گنگ گورنمنٹ کالج کے ایک پروفیسر جو اپنا نام ظاہر کرنا نہیں چاہتے۔ ۲۴/--
۳۔ مولانا محمد جمیل صاحب خطیب۔ جامع مسجد لوہیکی والہ گوجرانوالہ ۳۰/--
۴۔ چوہدری نبی بخش اوکاڑہ بستی کوٹ فتح جمال ۱۲/--
۵۔ جناب عطا محمد صاحب خزانچی چک ۱۱/۱۸ میانوالی ۸/--

امین القلم
پرنسپل خوش خطی کالج - لاہور

تصویرِ تمنّا

نشّہ پینے کو جامِ اطاعت ملے — مجھ کو آقا و مولیٰ کی شفقت ملے
میکشانِ حرم آؤ سوئے حرم — میٹھے زمزم سے نشّے کی کثرت ملے
کلیاں نورس شگوفے حسین و جمیل — باغِ طیبہ کی یارب سیاحت ملے
مجھ کو دستورِ کُل سے ملے روشنی — مَوعظت کو مری معنویّت ملے
نُور والے کے در سے ہو نوری عطا — نُورِ قرآں سے یارب بصیرت ملے
ہم تو دیکھا کیے قافلے چل دیئے — سَر کے بل جاؤں گر یاب دولت ملے
تشنہ آنکھیں مری کر رہی ہیں وضو — روضۂ پاک کی اب زیارت ملے

سرخروئی خدایا ملے حشر میں!
پیارے پیارے شفیع کی شفاعت ملے

قمر الزمان

لکھپتی گداگر

گداگری = بھیک مانگنا۔ کوئی کسب اور پیشہ نہیں جس کے ساتھ آدمی عزتِ نفس کے ساتھ اپنی اور اپنے اہل وعیال کی معیشت اور گذران کا سامان مہیا کرسکے۔ پیشہ ورسائل کا شریعت میں کوئی مقام نہیں۔ ایسا ذلیل پیشہ اختیار کرنے سے دین اسلام نے بڑی سختی سے منع کیا ہے۔ جو لوگ بد قسمتی سے یہ پیشہ اختیار کرتے ہیں وہ نہ صرف خود ذلت کی زندگی گذارتے ہیں بلکہ نسلاً بعد نسل ہمیشہ کے لئے اپنی اولاد کو بھی اسی ذلت کی راہ پر چلنے کا باعث ہوتے ہیں۔ اور قوم یا معاشرے کا بہت بڑا حصہ جس سے اگر وہ انسانی اخلاق اور خوبیاں حاصل کرتے تو قوم کو بڑا نفع ہوتا، مفلوج اور بے کار کرکے رکھ دیتے ہیں۔ فقیروں کا یہ ذلیل گروہ قوم کے لئے ایک بہت بہت بڑا بوجھ اور صدہا پریشانیوں کا موجب ہے۔ ہمارے پاکستان میں شاید دوسرے ممالک کی نسبت یہ گروہ کچھ زیادہ ہی پایا جاتا ہے۔ خطۂ زمین کا کوئی حصہ ان کے وجود سے امان میں نہیں ہے۔ مسجدوں اور گلیوں اور بازاروں اور، اسٹیشنوں اور اڈوں اور راستوں اور ہوٹلوں۔ بسوں اور ٹرینوں میں ہر جگہ یہ مخلوق بنی آدم کا ناک میں دم کردیتی ہے۔ بیاہوں۔ شادیوں اور دیگر خوشی کی تقریبات میں اس طرح آتے ہیں جس طرح میٹھی چیز پر مکھیاں جمع ہو جاتی ہیں۔ یہ لوگ نہ صرف مال چھینتے ہیں بلکہ انسانی ذہن کو بھی ماؤف کر دیتے ہیں اور مجلس کا چین بھی چھین لیتے ہیں۔ اور چچڑی کی طرح اس طرح چمٹ جاتے ہیں کہ جب تک اپنی مراد کو پا نہیں لیتے پیچھا نہیں چھوڑتے جس طرح چچڑی جب تک خون نہ چوس لے جسم سے الگ نہیں ہوتی۔

ابتدائے اسلام میں کئی لوگ یونہی عشق ومحبت کا بہانہ بنا کر گھر سے پا پیادہ حج کے لئے نکل پڑتے تھے جب راستے میں ان کو تکلیف ہوتی اور بھوک پیاس سے نڈھال ہوتے تو لوگوں سے مانگنا شروع کر دیتے قرآن میں ان کو اس طرح حج کرنے سے منع کر دیا گیا۔ تمام مالی عبادتیں اللہ تعالےٰ نے انہیں لوگوں پر فرض کی ہیں جو غنی اور صاحب ثروت ہیں۔ اس میں یہی راز ہے کہ اگر وہ عبادتیں سب پر عام ہوتیں تو جو صاحب ثروت نہیں ہیں وہ مانگنا شروع کر دیتے۔ اللہ تعالیٰ کو یہ منظور نہیں کہ اس کے سوا کوئی بھی کسی دوسرے سے مانگے۔ ہاں اغنیاء پر فرض ہے کہ وہ زکوٰۃ، صدقات اور کفارات اور نذر ونیاز اور قربانیوں سے اپنے معاشرہ کے غربا اور مفلوک الحال لوگوں کی خود کفالت کریں۔ اور ان کی اس طرح حاجت روائی کریں۔

کہ ان کی عزت کے آبگینہ کو ذرہ بھر بھی ٹھیس نہ لگے۔ یعنے ان کو کچھ عطا کرتے وقت نہایت اسرار اور اخفا سے کام لیں۔ حدیث میں آیا ہے کہ چھپا کر صدقہ کرنا قوت میں پہاڑوں اور لوہے اور پانی اور ہوا اور آگ سے بھی زیادہ سخت ہے۔ اور اللہ کی غضب کی آگ کو صرف وہی صدقہ بجھا سکتا ہے جس کو چھپا کر دیا۔ یہ اور بات ہے کہ کوئی کسی کو غریب سمجھ کر اس کو کچھ دے دے۔ اس کے لینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

لیکن سوال کا دروازہ مفتوح کرنا اور اس کو اپنی معیشت کا پیشہ بنا لینا تو ہرگز ہرگز جائز نہیں ہے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے "اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے۔ اس میں بھی سوال کی ذلت سے پردہ اٹھایا ہے۔ اور یہ بات سمجھائی ہے کہ دینے میں عزت ہے۔ لینے میں نہیں۔ اس سے ہر ایک کے دل میں یہ احساس ہوگا کہ وہ اپنی مدد آپ کے اصول پر چل کر اپنے پاؤں پر کھڑا ہو تاکہ یہ نوبت ہی نہ آئے کہ اس کا ہاتھ دینے والے کے ہاتھ سے نیچے ہو۔ حجۃ الوداع میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام عرفہ میں کھڑے تھے کہ ایک اعرابی نے آپ کی چادر کے کنارے کو پکڑ کر آپ سے کچھ مانگا۔ آپ نے دے دیا۔ وہ چلا گیا۔ اس وقت سوال کرنا حرام قرار پایا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا سوال کرنا نہ غنی کے لئے حلال ہے اور نہ اس شخص کیلئے حلال ہے جو قوت اور طاقت کمانے کی رکھتا ہے اور اس کے جسم کے تمام اعضاء ٹھیک ہیں اور وہ تندرست ہے۔ جو شخص اپنے مال کو جمع کرنے کے لئے مانگتا ہے قیامت کے دن اس کے چہرے پر ذلت کے خراش ہوں گے۔ اور گرم پتھر بھی ہوگا جو اس کو کھائے گا۔ پیشہ ور گداگر ساری عمر مانگتے ہیں اور ان کے گھر کا ایک ایک فرد مانگتا ہے۔ یہاں تک کہ ان کی بیٹیاں اور عورتیں اور چھوٹے بچے بھی مانگتے ہیں۔ ان کا لباس اور ان کا کھانا سب کچھ مانگ کر پورا ہوتا ہے۔ اور جو نقدی ہوتی ہے وہ جمع کرتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ ان کے پاس کروڑوں روپے جمع ہو جاتے ہیں۔ روزنامہ نوائے وقت ۲۷ جنوری کے شمارہ میں گداگروں پر "لکھ پتی گداگر" کے عنوان سے ایک مضمون شائع ہوا ہے۔ اس کے لکھنے والے قمر الزماں صاحب ہیں۔ انہوں نے اپنے مشاہدات کی روشنی میں گداگروں کے گروہ اور ان کے کسب اور پیشہ پر نہایت اچھا تبصرہ کیا ہے۔ ذیل میں ہم اس کو قارئین کے افادہ کے لئے شائع کرتے ہیں۔

(گوہر)

گذشتہ برسوں میں ہمارے یہاں کے گداگروں کے بارے میں دلچسپ خبریں سننے پڑھنے میں آتی رہی ہیں۔ چند برس قبل کراچی کے ایک گداگر کے بارے میں یہ خبر شائع ہوئی تھی کہ وہ روزانہ ناشتے سے پہلے جب تک ایک درجن کے لگ بھگ اخبارات کا مطالعہ نہ کر لے اسے ناشتے میں لطف نہیں آتا۔ اسی طرح ایک دوسرے گداگر کے بارے میں (وہ بھی کراچی ہی کا رہنے والا تھا) سنا گیا تھا کہ بینک میں اس کی جمع شدہ رقم ایک لاکھ سے بھی زیادہ ہے۔ انہی دنوں گداگروں کے بارے میں اور بھی باتیں سننے میں آئیں۔

اسی طرح حال ہی میں یورپ کے کئی ممالک کے گداگروں کے بارے میں کئی عجیب و غریب انکشافات

فروری ۷۴

ہوتے ہیں۔ پچھلے دنوں برطانیہ میں جب ایک اکاسی سالہ بوڑھے گداگر کو کامن ویلتھ ہاؤس کے سامنے بھیک مانگتے ہوئے گرفتار کیا گیا تھا تو اس کے تھیلے سے تقریباً پانچ سو پاؤنڈ برآمد ہوئے جو اس کی صرف ایک دن کی کمائی تھی۔ گرفتاری کے وقت وہ پھٹے پرانے کپڑوں میں ملبوس تھا۔ جب اس سے پوچھا گیا کہ وہ بھیک کیوں مانگتا ہے تو اس نے فوراً جواب دیا کہ میں تو بھیک نہیں مانگتا بس مسکین صورت بنائے راستے میں کھڑا ہو جاتا ہوں۔ کسی سے ایک پیسہ نہیں مانگتا۔ لیکن لوگ میرے ہاتھ میں پیسے تھما دیتے ہیں۔

نیویارک میں ایک لنگڑے گداگر نے اپنے متعلق جب اصل حقائق کا انکشاف کیا تو لوگ دنگ رہ گئے۔ وہ نیویارک میں "وال سٹریٹ" کے گرد گھوما کرتا تھا۔ جب اس نے اپنے گذشتہ پیشہ گداگری سے کنارہ کشی کی تو اس نے اپنے تمام اثاثے کا اعلان کیا جو چوالیس بنکوں میں جمع تھا۔ فلوریڈا میں اپنے بہترین عالیشان مکان میں رہنے والے اس لنگڑے گداگر کے پاس لاکھوں ڈالر ہیں۔

نیویارک میں سب سے عجیب وغریب گداگر البرٹ ڈیوڈسن تھا۔ ابھی وہ گداگری کے میدان میں نیا تھا کہ اس کا سابقہ ایک دوسرے گداگر سے پڑا جو اس کی نسبتاً کم کماتا تھا۔ اس نے اپنے ساتھی کو بتایا کہ وہ اسے گداگری کے متعلق چند گر بتائے گا۔ لیکن ان کے بدلے میں معاوضہ لے گا۔ اس کے ساتھی نے یہ بات مان لی جب اسے ان باتوں سے کافی آمدنی ہوئی تو اس نے ڈیوڈسن سے گداگری سے متعلق مزید معلومات معاوضہ دے کر حاصل کیں۔ اسی طرح ڈیوڈسن کے ذہن میں ایک نیا خیال پرورش پانے لگا۔ اپنے اس خیال کو عملی جامہ پہناتے ہوئے اس نے آہستہ آہستہ گداگروں کے لئے ایک سکول کھولا۔ جس میں گداگری کے نت نئے طریقے بتائے جاتے تھے۔ بتدریج اس سکول میں اتنی وسعت کر دی گئی کہ بیک وقت بیس ہزار گداگر تعلیم پا سکتے ہیں۔ علاوہ ازیں اس آمدنی سے کئی دکانیں بھی کھولی گئیں۔ جو تمام رات کھلی رہتی ہیں۔ اب جب کہ ڈیوڈسن اس سکول گداگراں سے ریٹائر ہو چکا ہے تقریباً آٹھ ہزار ڈالر سالانہ پنشن لے رہا ہے۔ حکومت امریکہ نے جب بھی اس کی تعلیم کو بند کرانے کی کوشش کی اسے ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔

کہا جاتا ہے کہ ریاست ہائے متحدہ امریکہ گداگری کے پیشے کے لئے بہترین جگہ ہے۔ ہمارے ایک دوست جب امریکہ گئے تو وہاں انہوں نے ایک صاحب کو جو اپنی کرسی خود دھکیل رہے تھے کی مدد کے لئے اپنا ہاتھ بڑھایا۔ ان صاحب کو اس ڈھلوان سڑک کو پار کراتے ہوئے کرسی الٹ گئی اور کرسی والے صاحب کو چند معمولی خراشیں آئیں۔ جب ہمارے دوست نے انہیں سیدھا کیا اور نزدیکی درخت کے نیچے بٹھایا تو اس نے ان چوٹوں کے عوض دو ڈالر کا مطالبہ کیا۔ لامحالہ ہمارے دوست کو وہ رقم دینی پڑی۔ جب انہوں نے واپس آتے ہوئے مڑ کر دیکھا تو وہ شخص بغل میں کرسی دبائے جا رہا تھا۔ نتیجہ یہ کہ اگر امریکہ کو یہ سمجھا جاتا ہے کہ یہ گداگری کے لئے مفید جگہ ہے تو یہ جگہ جیب کٹوانے کے لئے بھی کچھ کم بری نہیں۔

علاوہ ازیں گداگری کے جدید طریقوں نے بھی یورپ کے عوام کو ناک میں دم کر رکھا ہے جب ایک شخص جیک سانسن نے ڈھائی لاکھ ڈالر کا انعام جیتا تو

تو اسے ایک ہفتے کے اندر ہزاروں خطوط ملے جن میں مالی امداد کی بھیک مانگی گئی تھی۔ ہم یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ ان افراد کی اپیل جائز تھی یا ناجائز۔ بہر حال جیک کو روپوش ہونا پڑا۔

گداگر انسانی نفسیات کے خاصے ماہر ہوتے ہیں۔ موقع و محل کے مطابق اپنا روپ ڈھال لیتے ہیں۔ اور ہم سب کو دھوکے دیتے ہیں۔ لندن کی ایک گداگر، اپنے ساتھ نصف درجن کے قریب بچے لئے مختلف گرجا گھروں میں بھیک مانگتی رہی۔ جب کسی کا دل نہ پسیجتا تو قرض کی جعلی رسیدیں دکھا کر بھیک حاصل کرتی رہی۔ اگر پھر بھی کوئی اسے دینے پر رضامند نہ ہوتا تو یہ کہانی سناتی کہ وہ میرا بچا کھچا گھر لوٹ لیں گے۔ جب پولیس نے اسے پکڑا تو اس کے پاس کئی سو پونڈ تھے۔ اور ایک عالیشان مکان میں رہتی تھی۔

سسلی کے ایک ماہر گداگر نے تو کمال کر دیا۔ اس نے بھیک مانگنے کے طریقوں پر ایک کتاب لکھی جو وہاں کے گداگروں میں کافی مقبول ہوئی۔ وہ اپنی کتاب میں لکھتا ہے۔

"گداگری کے لئے بہترین طریقہ یہ ہے کہ بیساکھیوں کا ایک جوڑا خریدو۔ گندے کپڑے پہنو اور مسکین صورت بناؤ جیسے تم دنیا بھر کے مظلوم ہو۔ ان گندے کپڑوں کے پیچھے تمہارا بینک بیلنس تیزی سے بڑھتا رہے گا۔"

اس مصنف گداگر کی روزانہ "کمائی" تیس ڈالر کے لگ بھگ ہوتی تھی۔ اگر کسی دن وہ کم کماتا تھا تو وہ اپنے کپڑے گٹر کے پانی سے بھگو کر رونی صورت بنا کر بھیک مانگتا تھا تو اس کی کمی پوری ہو جاتی تھی۔ اس کا کہنا تھا کہ اگر رونی صورت بھی کام نہ چلا سکے تو تھوڑا بہت رونا پتھر دل کو بھی نرم کر دیتا ہے۔

جہاں تک گداگروں کے ریکارڈ کا تعلق ہے ان میں کامیاب ترین نام یوگوسلاویہ کے سیمن آپسک کا ہے۔ کہا جاتا ہے یہ شخص پیدائشی طور پر ہاتھ پاؤں کے بغیر تھا۔ جب اس کی عمر چالیس برس ہوئی اس وقت تک وہ پندرہ ہزار ڈالر جمع کر چکا تھا اس وقت اسے چھ برس جیل کی سزا ہوئی جب وہ جیل سے رہا ہوا تو اس کے ایک دوست نے اس کی رقم کو بینک میں جمع کرا رکھا تھا، اس کی رقم بڑھ کر نوے ہزار ڈالر ہو چکی تھی۔

برطانیہ کے مجسٹریٹ بچوں کے خلاف یہ شکایت عام طور پر کرتے رہتے ہیں۔ جب یہ بچے وہاں کے تہواروں کے موقع پر پیسے جمع کرتے ہیں۔ ان کے مطابق یہ بات بھیک مانگنے کے مترادف ہے۔ لیکن وہاں کا قانون اس ضمن میں اندھا ہے پولیس صرف اس صورت میں مداخلت کر سکتی ہے۔ جب یہ بچے گڑ بڑ کر رہے ہوں یا ہنگامہ برپا کر رہے ہوں۔

ہمارے ہاں بھیک مانگنے کے نہایت ظالمانہ طریقے اختیار کئے جاتے ہیں۔ ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے جاتے ہیں یا پھر ان پر زخم کر دیئے جاتے ہیں تاکہ لوگوں کی ہمدردی حاصل ہو سکے۔ اور زیادہ سے زیادہ بھیک اکٹھی کی جا سکے۔ اس کے علاوہ ایک طریقہ یہ بھی اختیار کیا جاتا ہے کہ کد سے

کھوٹے کی تمیز مشکل ہو جاتی ہے۔ بہر حال یہ جو بھی کیا جاتا ہے صرف پیسے کے لئے کیا جاتا ہے۔

کینیڈا میں سب سے دلچسپ مثال دیکھنے میں آئی۔ وہاں کے کروڑ پتی مل لاسٹمبن نے ایک گداگر کا روپ دھارا اور راہ گذرتے لوگوں کی فراخ دلی دیکھنے کی خاطر لوگوں کے آگے ہاتھ بڑھایا جب پہلے آدمی نے اسے پچیس سینٹ دئے تو اس نے جواب میں اسے سو ڈالر لوٹا دیئے۔ ایک جگہ جب وہ ایک شخص سے داڑھی منڈوانے کے لئے بھیک مانگ رہا تھا تو اسے پولیس نے گرفتار کر لیا۔ اپنی شناخت کرانے کے بعد اس کروڑ پتی کینیڈین کو رہائی ملی۔

قصہ مختصر یہ کہ اگر کوئی خواہ اس کا تعلق دنیا کے کسی خطہ سے بھی ہو پھٹے پرانے کپڑے پہنے بیساکھیوں کے سہارے چلے اور چہرے پر عجیب بے رونقی لئے ہوئے ہو یا کوئی اور ایسی ہی صورت میں نظر آئے تو جیب تک ہاتھ لے جانے سے پہلے ایک بار نہیں دو بار سوچ لیجئے کیونکہ ہو سکتا ہے اس شخصیت کے پیچھے کوئی بہت ہی امیر ہستی ہو۔

بقیہ مفتی

نے بھی اس حدیث کی تصحیح بیان کی ہے۔ اس حدیث پاک کو ضعیف کہنا نہایت ہی غلطی ہے۔ حدیث پاک کے آخر میں ہے کہ جب اس فقید البصر (نابینا) نے نماز پڑھنے کے بعد دعا مانگی۔

فقام وقد ابصر ببرکتہ صلی اللہ علیہ وسلم

وہ کھڑا ہوا اس کی آنکھیں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی برکت اور توجہ کرم سے روشن ہو گئیں۔ پھر وہ صاحب خود فرماتے ہیں کہ میری آنکھیں ایسی روشن ہوئیں گویا کہ مجھے کبھی تکلیف ہی نہیں ہوئی اور بہت ہی خوش ہوئے۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

جب آ گئی ہیں جوش رحمت پہ ان کی آنکھیں
جلتے بجھا دیئے ہیں روتے ہنسا دیئے ہیں۔

بہر صورت حدیث توسل (برسول صلے اللہ علیہ وسلم) صحیح ہے۔ اس میں کسی قسم کا ضعف نہیں۔ اس کی تضعیف کرنے والا خود نفاق اور حسد کی مرض میں مبتلا ہو کر ضعیف ہو گیا ہے۔ حتیٰ کہ اس کو حدیث صحیح بھی ضعیف نظر آنے لگی راوی کے درمیان فرق ہی نہ کر سکا۔

واللہ ورسولہ اعلم بالصواب

بقیہ:۔ درس قرآن کا جلسہ

آپ نے فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث پاک ہے کہ عالم کی فضیلت ایسی ہے جیسی میری فضیلت تمہارے ادنیٰ پر ہے۔ علماء جن پر دینی کتابوں کا پڑھنا اور دینی مسائل میں غور کرنا ہے۔ ان کو نوافل اور سنتیں بھی اللہ نے معاف کر دی ہیں۔ یعنے دین کی تعلیم و تبلیغ نوافل و سنت میں مشغول ہونے سے بھی افضل اور بہتر ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ ان سے جماعت بھی ساقط ہے۔ یعنے تعلیم و تعلم کی مصروفیت سے اگر جماعت ترک ہو جائے تو گنہگار نہیں ہیں۔ اسی طرح آپ نے بہت سے مسائل بیان فرمائے۔ وعظ کے بعد حافظ ظہور الدین صاحب سلام اور ختم شریف پڑھا اور صاحبزادہ صاحب نے دعا مانگی اور تقریباً گیارہ بجے یہ جلسہ ختم ہوا۔

سلام بحضور سیّد الشہداء علیہ السلام

شفیعِ روزِ محشر کا سپر خنجر کے نیچے ہے
علی سے شیر کا لختِ جگر خنجر کے نیچے ہے
نبی کی گود کا پروردہ سر خنجر کے نیچے ہے
معاذ اللہ دیں کا راہبر خنجر کے نیچے ہے
جناب فاطمہ کا گھر کا گھر خنجر کے نیچے ہے

یہ ماتم اور یہ شیون کی صدا ارض و سما میں ہے
یہ کیسی کشمکش طوفان میں اور ناخدا میں ہے
تقدس کی ضیائے تاریکی حرص و ہوا میں ہے
خدایا کیسا یہ اندھیر دشتِ کربلا میں ہے
ترے محبوب کا نورِ نظر خنجر کے نیچے ہے

یزیدی لشکریو اے شقی او حامیو سوچو ا
خدا کا واسطہ اہل بیت کے حامیو سوچو
پرستارِ جہانِ جہل کے اصنامیو سوچو
ذرا اے بد نصیبو بد نہاد و شامیو سوچو
شبیہہ حیدرو خیر البشر خنجر کے نیچے ہے

صدائے خوں چکانِ کربلا الہام حق سمجھو
وراثت اہل بیت پاک کی انعام حق سے سمجھو
اگر حق بیں نظر رکھتے ہو لطفِ عام حق سمجھو
لہو کا اس کے ہر قطرہ بقا پیغام حق سے سمجھو
حبیبِ کبریا کا نامہ بر خنجر کے نیچے ہے

سید فضل الرحمٰن جعفری

ذوالنورین

عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

خون کا فوارہ چھوٹا — اور قرآن پاک — لہو میں ڈوب گیا

مکے میں بنی اُمیہ کا خاندان بہت ممتاز تھا۔ اسے اقتدار بھی میسر تھا، اور دولت و ثروت بھی۔ حضرت عثمانؓ اسی خاندان کے مایۂ ناز فرزند تھے۔ پورے اُمیہ خاندان میں، بلکہ بنو ہاشم میں اخلاق و دیانت میں آپ کا کوئی ہمسر نہ تھا۔ بڑے سخی بڑے نرم خو، بے حد شفیق اور نہایت مہربان تھے۔ آپ کی انہی صفات نے مکے کے بوڑھوں، نوجوانوں اور بچوں کے دلوں میں محبت و الفت کا گہرا نقش قائم کر دیا تھا۔ آپ کا پیشہ تجارت تھا۔ دیانت داری آپ کا شیوہ اور سچائی آپ کی فطرت کا خاصہ تھا۔ مکے میں اسلام کا نور پھیلا تو آپ بھی اس سے متاثر ہوئے۔ اور پھر ایمان کا نور دل اور رگ و پے میں سرایت کر گیا۔ اور آقائے نامدار صلے اللہ علیہ وسلم کے دست حق پر اسلام سے مشرف ہوئے۔ پھر تو اسلام کے ایسے شیدائی بنے کہ اس کی خاطر بڑی بڑی مصیبتیں جھیلیں۔ طرح طرح کے ظلم و ستم سہے چچا دشمن بنے۔ بھائی نے نگاہیں پھیر لیں۔ عزیزوں نے قطع تعلق کر لیا۔ اور چچا نے تو یہاں تک سنگدلی اور دشمنی دکھائی کہ بھتیجے کو رسی سے باندھا اور کوڑوں سے مارا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آپ پر بے حد مہربان تھے اور اس قدر محبت کرتے تھے کہ اپنی منجھلی بیٹی رقیہ کو آپ کی رفیقۂ حیات بنا دیا اور پھر دوسری بیٹی بھی بیاہی اور اسی لئے آپ ذی النورین کہلائے

حضرت عثمانؓ بڑے دولت مند تھے۔ آپ کے خزانوں کا منہ اسلام کی تبلیغ، اس کی ترقی اور مسلمانوں کی تمام فلاح و بہبود اور ترقی و تعمیر کے لئے کھلا رہتا۔ آپ نے مدینے میں ایک کنواں خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کیا۔ غزوہ تبوک میں آدھی فوج کے مصارف قبول کئے۔ ایک ہزار اونٹ دیئے۔ اور ستر گھوڑے پیش کئے۔ اور ایک ہزار دینار بھی۔

مدینے میں آپؓ نے دیکھا کہ مسجد تنگ ہو گئی ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے پکار کر کہا۔ کون ہے جو مسجد کے لئے زمین خرید کر وقف کرے گا۔ جو ایسا کرے گا وہ جنت کا حقدار ہو گا۔ حضرت عثمانؓ اٹھے اور عرض کیا یا رسول اللہ! یہ سعادت مجھے نصیب ہو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک بار پہاڑ پر چڑھے تو پہاڑ ہلنے لگا۔ یہ حضرت عثمان تھے جنہوں نے پہاڑ کو ٹھوکر مار کر کہا۔ اے حرا! ٹھہر جا اور سن لے کہ تیری پیٹھ پر ایک نبی ایک صدیق اور ایک شہید ہے۔

یہی عثمان تھے جنہیں حدیبیہ میں نبی اکرم صلے اللہ

علیہ وسلم نے سفیر مکہ بنا کر بھیجا تھا۔ اور یہ حضرت عثمان ہی تھے جن کی شہادت کی خبر پر بیعت رضوان ہوئی۔

حضرت عثمانؓ نے جب خلافت کا تاج پہنا تو آپ کے سامنے پہلا مقدمہ عبیداللہ کے قصاص کا تھا یہ عبیداللہ حضرت عمرؓ کے بیٹے تھے۔ آپ نے صحابہ سے مشورہ کیا۔ حضرت علی نے قتل کا مشورہ دیا لیکن دوسرے صحابہ نے یہ سزا مناسب قرار نہ دی۔ ان کا استدلال یہ تھا کہ ابھی کل امیرالمومنین عمرؓ فاروق قتل ہو چکے ہیں۔ اور آج ان کے فرزند کو تیغ کے نیچے لایا جا رہا ہے۔ یہ سُنکر حضرت عثمان نے قصاص کی سزا کو دیت میں بدل دیا۔ اور یہ رقم اپنے پاس سے ادا کی۔ حضرت عثمان فطری طور پر بے حد نرم دل اور نرم خو تھے۔ انہوں نے اپنے بعض اقرباء کو زیادہ با اعتماد خیال کرتے ہوئے حکومت کے ذمہ دار عہدوں پر مامور کرنے پر آمادہ کیا۔ اس میں آپ کی نیک نیتی کا پہلو موجود تھا۔ لیکن اس عمل سے عام لوگوں کو نکتہ چینی اور اختلاف کا موقع مل گیا۔ آپ کی طبیعت میں نرمی اور لطف و شفقت کا بے حد رجحان تھا اور یہی وجہ تھی کہ آپ خاندان امیہ کے حاکموں کی بدعنوانیوں سے چشم پوشی اختیار کرتے رہے۔

یہی وہ حالات تھے جن کے باعث حضرت عثمان کے حق میں فضا سازگار نہ رہ سکی۔ اسلام نے یہودیوں اور مجوسیوں کی مذہبی عظمت کو خاک میں ملا دیا تھا۔ اور اسلام کی فطری تعلیم نے لوگوں کو یہودیت سے بیزار کر دیا تھا۔ لوگ معبود حقیقی کیطرف جھکنے لگے تھے۔ اور اس طرح یہودیوں نے مذہب کا جو خوشنما اور دیدہ زیب جامہ پہن رکھا تھا وہ بے اثر ہو کے رہ گیا تھا۔ ان حالات میں قدرتی طور پر یہودیوں اور مجوسیوں کو حضرت عثمان سے انتقام لینے کا موقع مل گیا۔ چنانچہ جو دردناک حالات آگے چل کر رونما ہوئے ان کے محرک یہی دو قومیں تھیں۔ حضرت عثمان کی مخالفت میں جس دشمنِ اسلام، شر پسند اور فتنہ پرور شخص نے سرگرمی سے حصہ لیا وہ عبداللہ بن سبا تھا۔ یہ ایک منافق یہودی تھا اور اس کا سینہ اسلام کے خلاف عناد و نفرت کے انگاروں سے بھرا رہتا تھا۔ عہد نبویؐ اور عہد صدیقی اور عہد فاروقی میں یہ بدطینت اور فتنہ انگیز شخص اپنا اُلو سیدھا نہ کر سکا تھا۔ اس لئے اس نے اپنی ذہانت و فراست سے کام لے کر پہلے تو اسلام کا لباس پہن کر حضرت عثمان کے خلاف ریشہ دوانیاں شروع کیں۔ اس سے اس کا اصل مقصد اسلام کو مٹانا تھا۔ یہی ابنِ سبا تھا جس نے اہل بیت کی محبت میں ڈوب کر بنی امیہ اور بنی ہاشم کے درمیان اس چشمک اور عداوت کو ہوا دی جو عرصہ سے ان کے درمیان چلی آ رہی تھی۔ اس نے اپنے ہم خیال لوگوں کی ایسی مضبوط جمعیت پیدا کر لی کہ وہ منظم طریقے سے حضرت عثمان کے خلاف علم بغاوت بلند کرنے کے موقف میں تھا۔ چنانچہ سب سے پہلے ۳۴ھ میں کوفے کا ایک مشہور فتنہ پرور یزید بن قیس حضرت عثمانؓ کے قتل پر آمادہ ہوا۔ اور سبائیوں کی بھاری جمعیت لے کر مدینے کیطرف روانہ ہوا۔ اور وہ یہ طے کر کے چلا تھا کہ وہ حضرت عثمانؓ سے خلافت سے دستبرداری کا مطالبہ کرے۔ اس کے عزائم یہ بھی تھے کہ اگر وہ اس کے لئے آمادہ نہ ہوئے تو وہ ان کے خلاف

تشدد اور طاقت کا بھی استعمال کرے گا لیکن وہ ناکام ہوا۔ اسے راستے میں قعقاع بن عمرو نے گرفتار کر لیا۔ پھر ایک مدت تک سبائی مفسدوں کے یہ ناپاک عزائم پورے نہ ہو سکے۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ پیش گوئی تھی کہ حضرت عثمان کو مرتبۂ شہادت ملے گا۔ اور وہ باغیوں کے ہاتھوں قتل ہوں گے۔ اسی لئے جب آپ نے دیکھا کہ باغیوں کی معاندانہ سرگرمیاں بہت بڑھ گئی ہیں تو آپ نے بھی جامِ شہادت نوش کرنے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ آپ روزہ رکھنے لگے۔ اور پاجامہ پہنا، بیس غلام آزاد کئے اور قرآن پاک کی تلاوت میں مصروف ہو گئے۔ باغیوں نے یورش کی، قصرِ خلافت کے پھاٹک کو آگ لگائی اور مکانوں کی چھتوں پر چڑھ کر قصرِ خلافت میں داخل ہو گئے۔ محمد بن ابی بکر نے حضرت عثمان رضی کی داڑھی پکڑ کر ہلائی۔ اور سخت الفاظ کہے حضرت عثمان نے انہیں غیرت دلائی وہ شرمندہ ہو کر لوٹ گئے۔ پھر ایک باغی، بڑی بے دردی اور سنگدلی کے ساتھ حضرت عثمان پر حملہ آور ہوا۔ اس نے کلام پاک کو پاؤں سے ٹھکرایا اور کنانہ بن بشر نے لوہے کی سلاخ اس زور سے پیشانی پر ماری کہ حضرت عثمانؓ پہلو کے بل گر پڑے اور پیشانی سے خون کا فوارہ جاری ہو گیا۔ کلام پاک خون میں ڈوب گیا۔ پھر عمرو بن الحمق نے سینے پر چڑھ کر مسلسل وار کئے۔ دوسری طرف سودان بن حمران نے لپک کر شہید کر دیا۔ جمعہ کے دن ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ھ کو دین و تقویٰ کا یہ چمکتا ہوا آفتاب ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا۔

بقیہ۔ نئی روشنی اور مسلمان خواتین

اس لئے لوگوں کا معیار زیست ابھی اتنا بلند نہیں ہو سکا کہ جسے سنبھالا دینے کے لئے نسوانی سہارے کی ضرورت پڑے۔ لیکن حد یہ ہے کہ اس واضح حقیقت کے پیش نظر بھی عورتیں بے باک ہو کر مردوں کے مدِ مقابل کھڑی ہوتی ہیں اور ان کے حقوق غصب کرنے کے لئے ہاتھ پاؤں مار رہی ہیں۔ حکومت کے اکثر شعبوں میں عورتیں اس طرح چھا گئی ہیں کہ مرد بیچارے ساکت و جامد کھڑے منہ دیکھ رہے ہیں۔ اگر عورتیں مردوں کی طرح انگریزی پڑھ کر ملازمت کے دائرے میں نہ آتیں۔ تو اس کا نتیجہ کتنا ہی خوش کن ہوتا۔ مرد بے روزگاری کا شکار نہ ہوتے۔ اور نتیجۃً ملک معاشی بدحالی سے دوچار نہ ہوتا۔ لیکن یہاں تو

لڑکیاں پڑھ رہی ہیں انگریزی
ڈھونڈ لی قوم نے فلاح کی راہ
روش مغربی ہے مدِ نظر
وضع مشرق کو جانتے ہیں گناہ

کیا وہ زمانہ بھی آئے گا جب عورت مجسمۂ شرافت بن کر گھر کی چار دیواری میں ایک سچی گرہستن کی طرح زندگی گزارے گی۔ اور اپنا قیمتی وقت انتظام خانہ داری، بچوں کی دیکھ بھال اور خاوند کی خدمت میں صرف کرے گی۔

لال دکھا دے اور تصور پھر وہ صبح و شام تو
دوڑ پیچھے کی طرف اے گردشِ ایام تو

یونس ادیب

صداقت کی واضح علامتیں

فقر و درویش

آج کے ہنگامہ خیز اور ہیجان زدہ دور میں تصوف درویشی اور فقیری کے متعلق عام طور پر یہی کہا جاتا ہے کہ یہ زندگی سے فرار کے راستے ہیں۔ کائنات کے ارتقاء میں ان کا کردار منفی ہے۔ اور یہ ایک ایسی روحانیت ہے جس کے پرستار انسانی تاریخ کے ہر دور میں کسی نہ کسی شکل میں موجود رہے ہیں۔ ان اعتراضات کو طاقت دینے کے لئے ہر عہد میں علمی دلائل بھی دیئے جاتے رہے ہیں اہل تصوف کے خلاف منظم تحریکیں بھی چلائی گئیں اور آج بھی جب فقیروں اور درویشوں کا ذکر ہوتا ہے تو ان سے محبت اور عقیدت رکھنے والوں کو ضعیف الاعتقاد، نفسیاتی مریض اور نہ جانے کیا کیا کچھ کہا جاتا ہے۔

لیکن اہل تحقیق کی راہنمائی میں اس شعبے کو دیکھا جائے تو حقیقت ان اعتراضات کو رد کر دیتی ہے۔ اور تصوف اسلام کے حوالے سے درویشی اور فقیری کی جو شہادتیں سامنے آتی ہیں۔ ان کی تصدیق کے لئے دلائل کی ضرورت نہیں کیونکہ کلام پاک اور احادیث میں اس امر کی گواہی ملتی ہے کہ درویش اور فقیر صداقت کی کھلی نشانیاں ہیں۔ اور یہ وہ عظیم المرتبت انسان ہیں جنہیں رضائے الٰہی کی پیروی کی توفیق نصیب ہوئی۔ اور جو عام انسانوں کے لئے مثالی انسانی صفات کا نمونہ بن گئے۔

لیکن ان کی صداقت سے بے خبری کی بھی کئی وجوہ ہیں۔ ان میں سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ انسان اپنے اور حقیقت کے درمیان حجابات کا اسیر ہے۔ طمع، حرص، خوف اور دنیاوی تحفظات کے آسیب میں اس کی اندر کی آنکھیں بند ہیں۔ وہ ہر بات میں عقل و خرد کا سہارا لیتا ہے۔ اور یہ معاملہ سراسر عشق کا ہے۔ اہل نظر جانتے ہیں کہ تصوف میں عشق کو کیا مقام حاصل ہے۔ اور یہ عشق ہی ہے جو آتشِ نمرود کو گلزارِ ابراہیم بنا دیتا ہے۔ اور میدانِ کربلا میں فتح مبین کو امام حسین علیہ السلام کے قدموں میں ڈال دیتا ہے۔

خلقِ خدا میں عزت و احترام کے حصول کے نام نہاد فقیروں اور درویشوں کے علاوہ علم و دانش کے غرور سے نڈھال بدزبان عالموں نے بھی تصوف کی تکذیب میں ایک جیسا کردار ادا کیا ہے۔ حالانکہ تصوف رہبانیت نہیں بلکہ کتاب و حکمت کی عملی تفسیر ہے۔ زندگی سے فرار کا نہیں قرار کا راستہ ہے۔ اور یہ ایک ایسی صداقت ہے جس کے چشمے ازل سے ابد تک رواں رہیں گے اور تلاشِ حق میں سرگرم سفر پُر اشتیاق پیاسوں کے لئے مرکزِ تسکین بنے رہیں گے۔

حضرت داتا صاحبؒ فرماتے ہیں کہ درویش اور فقیر کو اللہ تعالےٰ نے بہت بڑا رتبہ عطا کیا ہے۔

اور اہل فقر کو خاص مقامات بخشتے ہیں۔ اولیائے کرامؒ اور صوفیائے کرامؒ کی تعلیمات کے مطابق جنہوں نے ظاہری و باطنی سہاروں کو خیر باد کہہ کر اللہ تعالےٰ کی رضا کو اپنا مقدر جانا۔ ان کا فقر ان کے لئے باعث فخر بن گیا۔ فقر سے دوری فقر کے لئے کرب ہے اور فقر سے قربت خوشی و مسرت فقر کی حقیقی رسم افلاس و اضطرار ہے اور اس کی حقیقت اقبال کی اختیاری ہے۔ یعنے افلاس و اضطرار کو مسکرا کر قبول کرنا اور فقیر وہ ہے جس کے پاس کچھ نہ ہو۔ نہ خواہش نہ ارادہ مشائخ کرام فرماتے ہیں کہ درویش جس قدر تنگ دست ہو گا۔ اس کا حال اتنا ہی کشادہ ہو گا۔ متاخرین مشائخ میں سے ایک بزرگ کا ارشاد ہے۔

فقیر وہ ہے جس کا دل آرزوں اور تمناؤں سے خالی ہو۔

فقیری اور درویشی کا یہ مقام اللہ سے موافقت کا نتیجہ ہے۔ کشف المحجوب میں اللہ سے بھرپور موافقت کی مثال حضرت داتا صاحبؒ نے حضرت حبیب بن اسلمؒ کے اس واقعہ سے بیان فرمائی ہے۔ کہ حضرت حبیب بن اسلمؒ بکریاں پالتے تھے۔ فرات کا کنارہ ان کی تنہائیوں کا راز دار تھا۔ ایک روز ایک بزرگ ادھر سے گذرے دل چاہا کہ حضرت حبیب بن اسلمؒ سے ملاقات کی جائے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ وہ خود تو نماز پڑھ رہے ہیں اور ایک بھیڑیا ان کی بکریوں کی نگہداشت کر رہا ہے۔ وہ بزرگ کافی دیر تک کھڑے رہے جب حضرت حبیب بن اسلمؒ نماز سے فارغ ہوئے اور سلام کیا۔ آپ نے پوچھا کس کام سے آئے ہو۔ بزرگ نے جواب دیا۔ آپ کی زیارت کی خاطر۔ آپ نے فرمایا جزاک اللہ۔ بزرگ نے بڑی عاجزی سے کہا آپ کی بکریوں کے ساتھ بھیڑیئے کی موافقت کا کیا راز ہے۔

"اس لئے کہ بکریوں کے چرواہے کی موافقت اللہ کے ساتھ ہے۔" اتنا کہہ کر آپ نے لکڑی کا پیالہ اٹھایا اور ایک پتھر کے نیچے رکھ دیا۔ پتھر سے دو چشمے پھوٹ نکلے۔ ایک دودھ کا اور ایک شہد کا۔ جب پیالہ دودھ اور شہد سے بھر گیا تو آپ نے اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ نوش کیجئے۔ بزرگ نے پوچھا آپ نے یہ درجہ کس طرح پایا؟ فرمایا سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی متابعت کے ذریعہ، بزرگ نے درخواست کی کہ آپ کوئی نصیحت فرمائیں۔ حضرت حبیب بن اسلمؒ نے فرمایا۔ اپنے دل کو حرص کی کوٹھڑی اور پیٹ کو حرام کی جگہ نہ بنانا۔ لوگوں کی ہلاکت انہی دو چیزوں میں ہے۔ اور نجات ان کی حفاظت میں۔

سرورِ کونین صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ فقر اس کے اہل کے لئے فخر کا موجب ہے۔ چنانچہ تصوفِ اسلام کے حوالے سے جس درویشی اور فقیری کی مثالیں قائم کی گئی ہیں وہ آج کے ترقی یافتہ دور میں نظروں سے اوجھل ضرور ہیں نا پید نہیں ہیں اور محبوبانِ خدا سے دنیا کبھی بھی خالی نہیں رہی۔ صوفیائے کرام اور اولیائے کرام نے اس موضوع پر انتہا درجے کی نکتہ آفرین باتیں کی ہیں۔ اور یہی وہ اہل فقر ہیں جو زندگی کا انمول سرمایہ ہیں۔ کائنات کا حسن ہیں اور جنہیں اللہ تعالےٰ نے زمین پر علوم نبوت کا وارث بنایا ہے۔ دنیا ان کے لئے ہے اور وہ دنیا سے بے نیاز ہوتے ہیں۔

جمیلہ بیگم بھٹو

نئی روشنی اور مسلمان خواتین

نئی روشنی کے اس زمانہ میں بہت سے نئے مسائل پیدا ہو گئے ہیں۔ جن میں نئی روشنی سب سے بڑا مسئلہ بن گیا ہے۔ مغربی تعلیم نہ بُری ہے اور نہ گمراہ کن بشرطیکہ ہم مغربی تعلیم کے ساتھ ساتھ اسلامی تعلیم سے بھی بہرہ ور ہوں۔ مغربی رسم ورواج اور فیشن البتہ ہماری اسلامی روایات، مذہب اور تعلیم و اخلاق سے بالکل مطابقت نہیں رکھتے۔ مگر ہماری قوم نے تو یہ اپنا فرض بنالیا ہے کہ ہم نے مغرب سے اس کی برائیاں ضرور قبول کرنی ہیں اور اس میں جو خوبیاں ہیں ان پر کوئی توجہ نہیں دیں گے۔ خود اہل مغرب بھی اپنی نئی تہذیب اور اخلاقی اقدار سے اب بالکل عاجز آچکے ہیں اور اس سے کسی طرح گلو خاصی چاہتے ہیں۔

اسلام ایک مکمل اور باضابطہ دین فطرت ہے۔ اس کے قواعد وضوابط اور اصول صحیح انسانی فطرت کے عین مطابق ہیں۔ جو آج کی جدید فیشن ایبل دنیا میں بھی ویسے ہی قابل عمل ہیں جیسا کہ آج سے چودہ سو برس پیشتر ابتدائے اسلام کے وقت تھے۔ اسلامی طرزِ معاشرت اور قوانین مذہب اعتدال کا راستہ دکھاتے ہیں اور یہی اسلامی تعلیمات کی روح رواں کہی جا سکتی ہے اور حقیقتاً ہے بھی یہی۔

مغرب کی نئی روشنی ہمارے تمام قومی عزائم کیلئے روشنی کا مینار ہے۔ ہمارے سب منصوبے اس روشنی کو اپنانے پر مبنی ہیں۔ ہم چاہتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ ہماری قومی ترقی کا معیار بلند ہو جائے۔ اور یہ بلندی بھی رہی ہے جس کا اندازہ ہمیں متمدن ملکوں کی ترقی دیکھ کر ہوتا ہے۔ لیکن جونہی یہ نئی روشنی عورتوں کے قریب آتی ہے تو مردوں میں ایک کہرام مچ جاتا ہے۔ گویا یہ نئی روشنی اس وقت تک تو ٹھیک کام دے رہی ہے۔

جب تک زندگی کے باقی شعبے اس سے منور ہوتے ہیں۔ لیکن نامعلوم یہ روشنی کیوں یکایک زہریلی شعاعوں میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ جب اس سے عورتیں اپنی صدیوں کی تاریک زندگی کو منور کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔ کسی تعلیم یافتہ اور متمدن پاکستانی شہری کو یہ حق نہیں بحیثیت کہ وہ عورتوں کو زمانہ کے ساتھ ساتھ قدم بقدم ترقی کرنے سے روکے۔ مگر ہم لوگ مسلمان ہیں۔ ہمارا مذہب مسلم مرد اور عورت کو اجازت نہیں دیتا کہ ہم لوگ مغرب کی اندھا دھند تقلید کریں۔ ہماری عورتیں انگریز عورتوں کی طرح انگریزی لباس زیب تن کر کے سر سے ننگی

بازاروں اور مردوں کی محفلوں میں گھومیں۔ اسلام نے عورت کو مرد کے برابر حقوق عطا فرمائے ہیں۔ مگر ہم غیر قوموں کی پیروی کرتے ہوئے اسلامی شعار کو کسی طرح ترک کرنے کے مجاز نہیں ہیں۔ خداوندِ کریم نے ہمیں مسلمان پیدا کر کے ایک اسلامی ملک، پاکستان عطا فرمایا ہے۔ جسے ہم نے بڑی بڑی جانی و مالی قربانیاں دے کر اسلام کے نام پر حاصل کیا ہے۔ اب اگر ہم اسلامی طرز تمدن چھوڑ کر غیر مذہبی طرز تمدن اختیار کر لیں تو ہمارا یہ لاتعداد قربانیوں سے حاصل کیا ہوا ملک زیادہ دیر تک ہمارے زیر نگیں نہیں رہ سکے گا۔ اگر ہم میں سے کسی کو اسلامی قوانین و ضوابط پسند نہیں ہیں تو اسے مسلمان کہلانے کا کوئی حق نہیں ہے بلکہ وہ جس قوم کی تقلید کرنا چاہتا ہو۔ اس کا مذہب اختیار کر کے ان کے قواعد و ضوابطِ تمدن اختیار کر سکتا ہے۔ اسلام عورتوں کو اجازت نہیں دیتا کہ وہ غیر محرم مردوں سے اختلاط کریں۔ اس نے ان کے لئے لباس کے متعلق خاص شرائط مقرر کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے۔

" اے نبی اپنی بیویوں اور اپنی صاحبزادیوں اور دوسرے مسلمانوں کی بیویوں سے فرما دیجئے کہ اپنے اوپر اپنی چادریں تھوڑی سی نیچے کر لیا کریں۔ اس سے ان کی پہچان ہو جایا کرے گی اور وہ آزار نہ دی جایا کریں گی۔

کوئی مسلمان عورت اپنے سر اور پیشانی سے لے کر (منہ اور آنکھوں کے سوائے) ٹخنوں تک اپنے جسم کا کوئی حصہ ننگا نہیں رکھ سکتی۔ تنگ اونچی آواز سے قرآن مجید بھی نہیں پڑھ سکتی کہ اس کی آواز غیر محرم مرد سنیں۔ لیکن اگر وہ اسلامی تعلیمات پر اعلیٰ مغربی تعلیم حاصل کرتی ہے تاکہ اس سے ملک اور قوم کو فائدہ پہنچے تو اسے کوئی بھی نہیں روک سکتا اور نہ ہی کسی کو اس پر اعتراض ہو سکتا ہے۔ وہ سائنس دان بن سکتی ہے۔ اور ڈاکٹر بن کر قوم و ملک کی خدمت کر سکتی ہے۔ استانی بن کر بچیوں کو زیورِ علم سے آراستہ کر سکتی ہے۔ مگر اس بات کو کوئی صحیح الدماغ مسلمان کسی حالت میں بھی برداشت نہیں کر سکتا کہ اس کی بہن یا بیٹی سر سے ننگی ہو کر اور ایسا لباس پہن کر جس سے اس کے جسم کے تمام خطوط نمایاں ہوں۔ غیر محرم مردوں کی محفل میں جائے۔ رقص و سرور کی محفل میں ناچ رنگ میں شامل ہو۔ نرس بن کر بے حجابانہ غیر محرم مردوں کی خدمت کرے۔ ایئر ہوسٹس بن کر غیر مردوں سے میل جول رکھے۔ اور کلب میں غیر مردوں کے ساتھ رقص کرے۔ ایسی باتیں مسلمان زادیوں کو بالکل زیب نہیں دیتیں۔ ویسے وہ اگر نئی روشنی کے اس دور میں اپنے تاریک ماضی کو مختلف علوم و فنون حاصل کر کے اپنی قوم کی خدمت کرنا چاہے تو ان کو اسلامی نقطۂ نگاہ کے مطابق چلتے ہوئے کوئی نہیں روک سکتا۔ کیونکہ اسلام نے ہر مسلمان مرد اور عورت پر علم حاصل کرنا فرض کیا ہے۔ اور یہ عذر بالکل بے جا ہے کہ مسلمان عورتیں سر سے ننگی رہیں اور پردہ ترک کئے بغیر نئی روشنی سے کوئی استفادہ نہیں کر سکتیں۔

اپنی تہذیب کو چھوڑ کر اغیار کے نقشِ قدم پر چلنا باوقار قوموں کا شیوہ نہیں۔ لیکن نہ جانے کیا ستم ہے

کہ ہمارے مرد و زن تہذیبِ مغرب پر جان چھڑکتے ہیں۔ اذہان و قلوب پر مغربیت اس طرح چھا چکی ہے کہ کچھ نہ پوچھئے۔ مرد تو خیر مرد ٹھہرے عورتیں اس میدان میں کہیں آگے نکل گئی ہیں۔ ان کے لباس، اندازِ گفتگو اور نشست و برخاست سے مغرب زدگی ٹپکتی ہے۔ ایسی ترقی پسند عورتوں کی تو دنیا ہی الگ ہے۔ کبھی وہ دن بھی تھے کہ عورت گھر سے باہر قدم رکھتی ہوئی بھی شرماتی تھی۔ لیکن آج وہ دور کہاں — آج عورت حسبِ منشا جب چاہے اور جہاں چاہے بلا روک ٹوک جا سکتی ہے۔ اسے کوئی پوچھنے والا نہیں۔ نہ خاوند زبان ہلا سکتا ہے اور نہ والدین کو اتنی جرأت ہوتی ہے کہ وہ اپنی لاڈلی سے باز پرس کریں۔ کیونکہ انہوں نے خود ہی تو اس کی تربیت اس انداز سے کی ہے کہ وہ گھر بیٹھنے سے گھبراتی ہے۔ کیونکہ جس چڑیا کو آزادی کی بہاروں کے نغمے سنا سنا کر آزادی کی پرستار بنا دیا گیا ہو وہ پھر پنجرے میں بند کیسے رہ سکتی ہے؟

اسی طرح جس لڑکی نے دورانِ تعلیم و تربیت موسیقی، رقص اور ڈراموں میں حصہ لیا ہو وہ بھلا گھر کی چار دیواری میں کیسے ٹھہر سکتی ہے۔

عورت کی اصلی جگہ اس کے گھر کی چار دیواری ہے جہاں عصمت اور شرم و حیا ایسی پاکیزہ صفات پروان چڑھ سکتی ہیں۔ یہی صفات عورت کا زیور ہیں اگر وہ ان سے دستبردار ہو گئی تو سمجھ لو اس نے نسوانیت کا جوہر کھو دیا۔

قرونِ وسطیٰ میں جب سارے یورپ پر جہالت کا گھٹا ٹوپ اندھیرا چھایا ہوا تھا تو ہم مسلمانوں ہی نے اہلِ یورپ کو مہذب بننا سکھایا۔

لیکن افسوس آج ہم خود قعرِ ذلت میں ڈوبے جا رہے ہیں۔ ہماری قوم کی مہذب بہنیں انگریز قوم کے طور طریقے اور رنگ ڈھنگ اپنا رہی ہیں۔ لیکن اس طرح یورپین لوگ خود اس تہذیب سے نالاں ہیں۔ اب یہ نئی تہذیب ان کے لئے طوقِ گردن بن چکی ہے۔ جس پر کبھی انہیں ناز ہوا کرتا تھا۔ آج وہ گھڑی آن پہنچی ہے جس کے متعلق مفکرِ قوم نے پیش گوئی کی تھی۔

تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی
جو شاخِ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہوگا

اب آپ ہی انصاف کیجئے کہ جس قوم کی تہذیب خود اس کے لئے وبالِ جان بن رہی ہو تو کیا وہ تہذیب ہمارے لئے سودمند ثابت ہو سکتی ہے ہرگز نہیں۔

ع ایں خیال است محال است جنوں

علاوہ ازیں اگر یورپین ممالک میں عورتیں مردوں کے برابر کام کر رہی ہیں تو وہ خوشی سے نہیں۔ بلکہ وقتی تقاضوں کے پیشِ نظر یا بوجہ مجبوری۔ ان ممالک میں صنعتی ترقی اور افراطِ زر نے لوگوں کا معیارِ زندگی اس قدر بلند کر دیا ہے کہ جسے برقرار رکھنے کے لئے نسوانی سہارے کی بھی ضرورت پڑتی ہے۔ ایسی صورتِ حال میں عورتیں بھی مردوں کی طرح گھروں سے نکل کر دفتروں، ہسپتالوں اور دیگر شعبوں میں کام نہ کریں تو ان کا معاشی نظام کیسے چلے۔ لیکن ادھر ہمارے ملک میں تو حالات ہی مختلف ہیں۔ ہمارا ملک صنعتی لحاظ سے ابھی آگے نہیں بڑھا کہ افراطِ زر کا شکار ہو رہے

بقیہ ...

حضرت مولٰنا حافظ غلام رسول علی پور شریف

مفتی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین دریں مسائل بوسیدہ اوراق قرآن مجید کہاں دفن کریں اگر قبرستان میں قبر کیطرح گڑھا کھود کر دفن کیا جائے۔ اور اوپر قبر کی شکل بنا دی جائے یا مردہ دفن کر کے دلانہ قبر بند کر کے جب مٹی زمین کے برابر ہو جائے پھر بوسیدہ اوراق رکھ کر اوپر کو ٹھان کی شکل بنائی جائے تو کیسا ہے۔

سائل
حافظ غلام محی الدین فاروقی
25/1 منگلا کالونی

الجواب بعون تعالٰے! قرآن پاک کے اوراق جو بوسیدہ ہو جائیں اور قابلِ تلاوت نہ رہیں اور یہ اندیشہ بھی ہو کہ اوراق منتشر ہو کر ضائع ہوں گے تو پھر کسی پاک کپڑے میں پیسٹ کر کسی محفوظ مقام میں دفن کر دیئے جائیں۔ فتاوٰی ہندیہ (عالمگیریہ) میں ہے۔

المصحف اذا صار خلقا لایقرأ منه ویخاف ان یضیع یجعل فی خرقة طاهرة ویدفن ودفنه اولٰی من وضعه موضعا یخاف ان یقع علیه النجاسة او نحو ذالك ویلحد له لانه لو شق ودفن یحتاج الی اهالة التراب علیه وفی ذالك نوع تحقیر الا اذا جعل فوقه سقف بحیث لا یصل التراب فهو حسن ایضا کذا فی الغرائب۔

یعنی قرآن مجید بوسیدہ ہو گیا اور اس قابل نہ رہا کہ تلاوت کیا جائے اور اب یہ اندیشہ ہے کہ اس کے اوراق منتشر ہو کر ضائع ہوں گے تو کسی پاک کپڑے میں لپیٹ کر احتیاط کی جگہ دفن کیا جائے۔ اور دفن کرنے میں اس کے لئے لحد بنائی جائے۔ تاکہ اس پر مٹی نہ پڑے یا اس پر تختہ لگا کر چھت بنا کر مٹی ڈالیں تاکہ اس پر مٹی نہ پڑے۔ ہر صورت ایسی جگہ دفن کیا جائے جہاں بے ادبی نہ ہونے پائے۔ اور یہ مدنظر رکھا جائے کہ مٹی براہ راست اوراق پر واقع نہ ہو۔ لہذا لحد (کوٹھان) والی صورت بنائے جائے۔ اگر گڑھا کھودا گیا ہے جیسا کہ سائل نے ذکر کیا ہے تو اوپر تختہ وغیرہ لگا کر محفوظ کر دیا جائے۔ قرآن پاک کے بوسیدہ اوراق کو ہرگز جلایا نہ جائے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حدیث توسل (وسیلہ والی حدیث)

اللھم انی اسئلك واتوجہ الیك بمحمد نبی الرحمۃ یا محمد انی قد توجہت بك الی ربی فی حاجتی ھذہ لتقضی اللھم تشفعہ۔

کیا صحیح ہے ادھر بعض لوگ کہتے ہیں کہ ضعیف ہے۔ تحقیقی جواب دیا جائے۔

سائل

محمد یوسف میرپور آزاد کشمیر

خطیب جامع مسجد

الجواب بعون الصواب

یہ حدیث توسل بالکل صحیح ہے۔ امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ تعالٰی نے باب صلوٰۃ الحاجت میں اسکو روایت کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ عثمان بن حنیف انصاری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے دربار میں تھے کہ ایک صاحب جو نابینا تھے بارگاہِ نبوت ورسالت میں تشریف لائے۔ عرض کی کہ میری آنکھوں کے لئے دعا فرمایئے۔ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر تو صبر کرے تو اچھا ہے اگر تو چاہتا ہے تو تیرے لئے دعا کر دیتے ہیں۔

اس نے عرض کی حضرت میرے لئے دعا ہی فرمایئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا اچھا وضوء کر اور دو رکعت نماز پڑھ اور پھر یہ دعا: اللھم انی اسئلك ...... الخ۔ اور جو لوگ (غالباً وہابیہ) اسے ضعیف کہتے ہیں۔ انہیں صرف تکلیف لفظ خطاب اسئلك واتوجہ الیك اور لفظ ندا یا محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) سے ہوئی ہے۔ حتی کہ ان لوگوں نے یہ کہنا شروع کر دیا ہے کہ اس کے اسناد میں ایک راوی عثمان بن خالد بن عمر آتا ہے جس کو حافظ ابن حجر عسقلانی نے متروک الحدیث کہا ہے۔ حالانکہ اس سند میں عثمان بن خالد بن عمر کوئی راوی نہیں آیا۔ بلکہ راوی عثمان بن عمر ہے جس کو حافظ ابن حجر عسقلانی رضی اللہ عنہ نے تقریب میں ثقہ کہا۔ عثمان بن خالد اور ہے جو کہ متروک الحدیث ہے۔ اس حدیث توسل میں تو عثمان بن عمر ہے جو کہ ثقہ معتبر معتمد علیہ ہے۔ جس کی حدیث صحیح ہے۔ کسی قسم کا ضعف نہیں۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث پاک کے متعلق اپنی رائے ظاہر کرتے ہوئے فرمایا حسن صحیح - حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ حدیث (توسل) صحیح ہے۔ امام حاکم صاحب مستدرک فرماتے ہیں۔ کہ یہ حدیث شرطِ شیخین پر ہے (یعنے امام بخاری اور امام مسلم کے شرائط کے مطابق ہے اور صحیح ہے)

ابن ماجہ فرماتے ہیں قال ابو اسحٰق ھذا حدیث صحیح (ابو اسحٰق نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے) تمام محدثین کرام نے اس حدیث توسل کو صحیح فرمایا ہے۔ بلکہ ان کے (وہابیہ) کے مقتدا اول

الحاج مولانا سید بشیر حسین شاہ صاحب کا

بیان

جمعیت علماء پاکستان اہلسنت کی نمائندہ سیاسی تنظیم ہے۔ اس بنا پر آستانہ عالیہ علی پور شریف کے تمام متعلقین و متوسلین اس جمعیت سے ہمدردی رکھتے ہیں۔ لیکن جب سے جمعیت اپنی تاریخ کے افسوسناک دور سے نکل کر حکمرانوں کی لونڈی بننے کے برعکس کلمہ حق عند سلطان الجائر کو اپنا چکی ہے ہماری تمام قلبی اور روحانی کیفیتیں اس سے متعلق ہو گئی ہیں۔ برصغیر کی تاریخ خصوصاً تحریک پاکستان میں میرے جد امجد حضرت امیر ملت قبلہ عالم پیر سید جماعت علی شاہ صاحب علی پوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات اور روشن کارنامے زبان زد عوام و خواص ہیں۔ اور حضرت ہی نے جماعت مذکور کی بنیاد ڈالی تھی۔ لیکن افسوس کہ کچھ عرصہ قبل سے اس کی قیادت نے اس روح کو پائمال کر دیا تھا جو امیر ملت اور صدر الافاضل نے اس میں ڈالی تھی۔ اب خدا کا شکر ہے کہ حضرت مولانا شاہ احمد نورانی۔ حضرت مولانا عبدالستار خاں صاحب نیازی۔ حضرت مولانا غلام علی صاحب اوکاڑوی جیسے جید اور بے باک زعماء ملت نے اس کی قیادت سنبھال لی ہے۔ میں باقاعدہ طور پر اس میں شامل ہونے کا اعلان کرتا ہوں۔ اور آستانہ عالیہ علی پور شریف سے متعلقین و متوسلین پیر بھائیوں سے بھی درخواست کرتا ہوں کہ وہ بھی نظام مصطفےٰ صلعم کے قیام اور مقام مصطفےٰ صلعم کے تحفظ کی اس مبارک تحریک میں شامل ہوں۔

لاہور میں منعقد ہونے والی اسلامی سربراہی کانفرنس عالم اسلام کے اتحاد اور شاعر مشرق علامہ اقبال کے خوابوں کی تعبیر ہو گی۔ اس میں مسلمانوں کو اجتماعی نظام خلافت کے احیا کی کوشش کرنی چاہیئے۔ میں حکومت کی اس کانفرنس کے انعقاد کے اقدام پر زبردست حمایت کرتے ہوئے عرض کرتا ہوں۔ کہ حکومت کو تمام اپوزیشن پارٹیوں کا تعاون حاصل کرنے کی بھی سعی کرنی چاہیئے تاکہ اس عالمی کانفرنس میں پارٹی بازی کی بو نہ آسکے۔

سید بشیر حسین جماعتی
علی پور سیداں

حضرت صاحبزادہ صاحب موصوف مدظلہ ۲ فروری ۷۴ء کو بورے والا تشریف لائے اور جامع مسجد داؤد آباد میں میری گذارش پر ایک جلسہ میں خطاب کیا اور جماعتی معاملات پر مفصل گفتگو کے بعد یہ بیان دیا۔

شبیر احمد ہاشمی صدر جمعیت علماء پاکستان تحصیل بورے والا ضلع ملتان

قصور سے مولانا الحاج پیر سید افضل حسین کی آمد

درس قرآن کا جلسہ

مورخہ ۲۶ فروری مطابق ۲ محرم الحرام بروز ہفتہ جامع مسجد حوض والی قصور میں درس قرآن کا ایک دور ختم ہونے کی روحانی اور دینی خوشی میں۔ اہل محلہ اور نمازیوں نے عشاء کی نماز کے بعد ایک عظیم الشان جلسہ کیا۔ جس میں عالی جناب حضرت مولانا الحاج فخر ملت، پیر سید افضل حسین شاہ صاحب علی پوری مدظلہ العالی نے اعجاز قرآن اور اس کی جامعیت اور علم اور اہل علم کے فضائل میں بصیرت افروز نہایت مدلل وعظ فرمایا۔ جامع مسجد اس مبارک جلسہ کی شمولیت کی سعادت حاصل کرنے والوں کی کثرت سے بھری ہوئی تھی۔ جناب صاحبزادہ صاحب کی تقریر اور وعظ سے اس قدر متاثر ہوئے کہ آخیر جلسہ تک بیٹھے رہے۔ اور نہایت توجہ سے آپ کا وعظ سنتے رہے۔ آپ نے فرمایا تلاوت قرآن سے اللہ تعالیٰ کا قرب اور بہت ثواب ملتا ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ تلاوت کرنے والے کے اعمال نامہ میں قرآن کے ایک ایک حرف کے بدلہ دس دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ دس دس برائیاں محو کی جاتی ہیں۔ اور دس دس درجے بلند ہوتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ میں نہیں کہتا کہ الم ایک حرف ہے۔ یہ تین حرف ہیں۔ جس نے قرآن سے الم پڑھا۔ اس کے نامۂ اعمال میں تیس نیکیاں لکھی گئیں۔ بعض علماء نے فرمایا کہ الف لکھنے میں اگرچہ ایک لفظ ہے لیکن پڑھنے میں یہ بھی تین حرفوں کا مجموعہ ہے اسی طرح لام اور میم بھی تو اس حساب سے جس نے آلم پڑھا اس کے اعمالنامہ میں نوّے نیکیاں درج ہو گئیں۔

آپ نے فرمایا قرآن شریف میں احکام۔ متشابہات۔ قصص و امثال ہیں۔ ہمارے لئے دلیل قرآن کا وہ حصہ ہے جس میں احکام ہیں۔ آپ نے فرمایا قرآن پاک میں بعض آیات وہ ہیں جن کا حکم باقی ہے۔ لیکن تلاوت منسوخ ہے۔ اور بعض آیات وہ ہیں جن کی تلاوت باقی ہے۔ اور حکم منسوخ ہے۔ اور بعض وہ ہیں جن کا نہ حکم باقی ہے اور نہ تلاوت آپ نے فرمایا متشابہات کا علم اللہ کو ہے۔ یا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو۔ ہمارے کتب خانہ میں ایک کتاب کنز المتشابہات ہے۔ اس میں تمام متشابہات کو جمع کیا گیا ہے۔ آپ نے فرمایا قیامت کے دن حافظ قرآن کو کہا جائے گا ترتیل کے ساتھ قرآن پڑھ اور جنت کے درجوں پر چڑھتا جا۔ جہاں وہ قرآن ختم کرے گا وہیں اس کے درجے ختم ہو جائیں گے۔

آپ نے فرمایا بچوں کو قرآن شریف کی تعلیم دو۔ جن والدین کا بچہ قرآن پڑھا ہوا ہے اس کے والدین کے سر پر ایسا نورانی تاج ہو گا۔ جس کی روشنی آفتاب دنیا سے بھی زیادہ ہو گی۔ جب یہ کرامت بچے کے والدین کی ہو گی تو کیا خیال ہے۔ بچہ کی جس نے قرآن پڑھا ہے اس کی عزت اور قدر و منزلت کتنی ہو گی۔ آپ نے فرمایا حافظِ قرآن کی قبر کے چاروں طرف دس دس قبروں سے عذاب اٹھا لیا جاتا ہے۔ اگرچہ ان کے لئے عذاب واجب ہو چکا ہو۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ حافظ قرآن کی سات پشتیں پہلی اور سات پچھلی اس کا صدقہ، اللہ تعالیٰ بخش دیتا ہے۔ آپ نے فرمایا جس گھر میں قرآن کی تلاوت ہو وہاں شیاطین نہیں آتے۔ اس پر آپ نے حضرت ابوہریرہ کا ایک واقعہ بیان فرمایا کہ ان کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صدقات کے مال کا محافظ مقرر کیا ہوا تھا۔ وہ سوئے ہوئے تھے کہ اچانک ایک آدمی باہر سے آیا اور صدقہ کے مال سے مٹھی بھر بھر کر اپنی جھولی میں ڈالنے لگا۔ آپ نے اسکا ہاتھ پکڑا اور فرمایا تو چور ہے میں تجھے صبح حضور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کروں گا۔ اس نے منت سماجت کی کہ میں غریب ہوں اور عیال دار بھی۔ آپ مجھے چھوڑ دیں میں پھر نہیں آؤں گا۔ آپ نے چھوڑ دیا۔ جب صبح مسجد نبوی میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا۔ ابوہریرہ تیرے رات کے قیدی کا کیا ہوا۔ ابوہریرہ نے رات کی ساری بات حضور کو سنادی۔ آپ نے فرمایا وہ جھوٹا ہے۔ آج پھر آئے گا۔ چنانچہ وہ پھر آیا اور اسی طرح بھر بھر کر جھولی میں ڈالنے لگا۔ ابوہریرہ نے اسے پکڑا اور کہا کہ تو جھوٹا ہے میں تجھے ضرور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں پیش کروں گا۔ اس نے پھر گذشتہ رات کی طرح معذرت کی ابوہریرہ نے اس کو چھوڑ دیا۔ جب دن چڑھا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ آج رات وہ پھر آئے گا چنانچہ وہ آیا۔ ابوہریرہ نے کہا آج میں تمہیں نہیں چھوڑوں گا۔ اس نے کہا میں تمہیں ایک بات بتاتا ہوں وہ تیرے کام آئے گی اس کے بدلے تو مجھ کو چھوڑ دے۔ حضرت ابوہریرہ نے چھوڑ دیا۔ اس نے کہا جو کوئی رات کو آیۃ الکرسی پڑھے ہم وہاں نہیں آتے۔ یہ کہا اور چلا گیا۔ صبح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں ابوہریرہ نے جب یہ بات حضور کو سنائی تو آپ نے فرمایا ہے تو وہ جھوٹا مگر جو بات اس نے کہی ہے وہ سچی ہے۔ آپ نے فرمایا وہ رات کو آنے والا کون تھا؟ وہ شیطان ہی تو تھا۔ دیکھو قرآن کی کتنی برکت ہے۔

آپ نے فرمایا ضرورت کے مطابق علم سیکھنا ہر مرد اور عورت پر فرض ہے۔ حدیث میں ہے۔ اللہ جس سے بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اس کو دین کی سمجھ عطا کرتا ہے۔ یعنے وہ عالم دین ہوتا ہے۔ علماء کے پاس بیٹھنا۔ ان سے علم سیکھنا بہت بڑی نیکی ہے۔ علماء کے لئے ہر چیز مغفرت مانگتی ہے۔ یہاں تک کہ مچھلیاں سمندر میں عالموں کی بخشش کا سوال کرتی ہیں۔

بقیہ صـ ۱۶ پر

اخبار آستانہ عالیہ

اعلیٰ حضرت شمس الملت مولانا الحاج پیر سید نور حسین شاہ صاحب علی پوری کراچی تشریف فرما ہیں۔ عنقریب علی پور شریف آئیں گے۔ گذشتہ شمارہ جنوری میں غلطی سے لکھا گیا ہے کہ آپ علی پور تشریف لے آئے ہیں۔ اس کی تصحیح کر لیں۔

عالی جناب حضرت جوہر ملت پیر سید اختر حسین شاہ صاحب اور عالی جناب حضرت معین الملت پیر سید حیدر حسین شاہ صاحب علی پور سیداں ہیں۔

حضرت مولانا نقیب الملت ۲۶ جنوری کو ایک تبلیغی جلسہ پر بذریعہ کار چنیوٹ تشریف لے گئے تھے۔ امید ہے واپس آگئے ہوں گے۔ حضرت عزیز الملت مولانا الحاج پیر سید نذر حسین شاہ صاحب حج بیت اللہ شریف و زیارت روضۂ مطہرہ سے واپس علی پور تشریف لے آئے ہیں۔ حضرت معین الملت 16/1/74 کو حرمین الشریفین سے بذریعہ شاہین ایکسپریس، سیالکوٹ ریلوے اسٹیشن پر تشریف لائے اور پھر وہاں سے بذریعہ کار سیدھے علی پور شریف پہنچے۔ ادارہ انوار الصوفیہ اپنے ہر دو بزرگوں کی خدمت میں ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہے۔ باقی جملہ حضرات اور صاحبزادگان علی پور شریف ہیں۔ آستانہ عالیہ میں ہر طرح سے خیر و عافیت ہے۔

ارتحالات

۱۔ جناب حکیم رفیع الدین صاحب اکبر آبادی حال مقیم حیدر آباد سندھ (۲) جناب حافظ محمد اسماعیل صاحب کرنالوی حال مقیم لودھراں ضلع ملتان۔ (۳) محمد لطیف و محمد اسلم زرگران چشتیاں والے موضع چاہل متصل علی پور سیداں ضلع سیالکوٹ کی والدہ ماجدہ۔ بقضائے الٰہی وفات پا گئی ہیں۔ قارئین کرام سے استدعا ہے کہ ان تینوں مرحومین کے لئے دعائے مغفرت کریں۔

ایضاً قصور۔ کوٹ عثمان خان

شیخ افتخار احمد اور شیخ نور احمد اور شیخ بشیر احمد صاحب کی ہمشیرہ صاحبہ خالدہ عرصہ دراز تک بیمار رہکر مورخہ ۸ فروری بروز جمعہ دنیا سے رحلت کر گئیں مرحومہ بڑی نیک اور پابند صوم و صلوٰۃ تھیں۔ جملہ قارئین سے استدعا ہے کہ اس کی مغفرت کیلئے دعا کریں۔ ادارہ انوار الصوفیہ جملہ قرابت داروں کے غم میں برابر کا شریک ہے۔

انجمن فدایانِ امیرِ ملت لاہور کے اغراض و مقاصد

۱۔ حضرت امیر ملت محدث علی پوری رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی دینی و ملی مساعی کا اظہار کرنا۔

۲۔ ہر سال یوم امیر ملت کے نام سے مختلف جگہوں میں جلسے کرانا۔

۳۔ ماہنامہ انوار الصوفیہ کی توسیع اشاعت اور اس کو صحت مند اور زندہ جاوید رسالہ بنانے کے لئے ادارہ سے تعاون کرنا۔

۴۔ علمائے کرام اور صوفیائے عظام کی عزت و احترام کا تحفظ اور ان کے حالات کا شائع کرنا۔

۵۔ اصلاح معاشرہ اور بدعات کا انسداد اور قلع قمع کرنا۔

۶۔ یارانِ طریقت کے مابین اتحاد و یکجہتی کی روح پھونکنا۔

۷۔ سجادہ نشین اور آستانہ عالیہ کے جملہ حضرات سے رابطہ قائم کرنا۔

۸۔ اصلاحی اور اخلاقی مضامین پر چھوٹے چھوٹے کتابچوں کا چھپوانا اور ان کا مفت تقسیم کرنا۔

۹۔ قرآن پاک اور دیگر اسلامی تعلیم کے لئے مدارس کا قائم کرنا۔

۱۰۔ جماعت حقہ اہل سنت و جماعت کے عقائد کا حضرت امیر ملت قدس سرہ کے عقائد کے مطابق اثبات کرنا اور مخالفین کی تردید کرنا۔

شہادت کی آرزو

خالدؓ بن ولید عراق اور شام کی فتوحات کے بعد کچھ عرصہ تک قنسرین کے حاکم رہے لیکن جلد ہی مستعفی ہو کر مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ ۲۱ھ میں ایک مختصر علالت کے بعد انکی موت واقع ہو گئی۔ آخری وقت میں نہایت بے قراری کا اظہار کرتے اور بار بار پہلو بدلتے تھے۔ کچھ لوگوں نے عرض کیا "کیا دنیا کا سب سے بڑا جرنیل موت سے خوف زدہ ہے؟" تو فرمایا "افسوس! تم میری بے چینی کا سبب غلط سمجھے ہو۔ میں نے ہزاروں جنگیں لڑی ہیں اور ہر جنگ میں اس آرزو کو لے کر گیا ہوں کہ مجھے میدان جہاد میں شہادت کی موت مل جائے۔ لیکن آہ! میری یہ آرزو پوری نہ ہو سکی۔ میں موت کو ہر میدان میں ڈھونڈتا رہا اور وہ مجھ سے بھاگتی رہی۔ آخر آج اس نے مجھے بستر پر آن گھیرا ہے۔ میرا جسم کھول کر دیکھو کہیں چپہ بھر جگہ نہ ملے گی جس پر تیر، تلوار، نیزے یا خنجر کا زخم نہ ہو۔ بزدلوں پر حیف ہے کہ وہ ہر روز مرتے ہیں لیکن بہادروں کی موت صرف ایک دفعہ واقع ہوتی ہے۔